تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

40

www.tanzeem.org

8 تا 14 ربیع الثانی 1442ھ/ 24 تا 30 نومبر 2020ء

## اسلامی تحریک کے اوصاف

ایک ایسی تحریک کے اوصاف ذہن میں تازہ کر لیجیے جو ٹھیٹھ اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے کسی معاشرہ میں اُٹھی ہو۔ وہ تحریک کسی فرقہ واریت کی بنیاد پر نہ اُٹھی ہو، وہ محض رائج الوقت نظام کی کسی جزوی اصلاح کے لیے نہ اُٹھی ہو، وہ صرف کسی انتخابی عمل کے ذریعے اس نظام کو چلانے والے ہاتھوں کو بدلنے کے لیے میدان میں نہ آئی ہو، بلکہ اس جماعت کا مقصد خالص اسلامی انقلاب برپا کرنا ہو۔ یعنی معاشرہ میں علمی و عملی دونوں اعتبارات سے توحید کے نفاذ و انعقاد کی جدّ وجہد ہی اس کا مقصود و مطلوب ہو۔ پھر یہ کہ ایک معتد بہ تعداد میں لوگوں نے اسے شعوری طور پر قبول کیا ہو۔ اور وہ منظم ہو چکے ہوں اور منظم بھی اس درجہ میں کہ "وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا" کی کیفیت پیدا ہو گئی ہو۔ وہ کبھی مشتعل نہ ہوئے ہوں۔ انہوں نے کبھی بھی گالی کا جواب گالی سے نہ دیا ہو۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے سختیاں جھیلیں، استہزاء اور تمسخر برداشت کیا، ذہنی و جسمانی تشدد جھیلا۔ معاشرہ نے اہل ایمان کا بائیکاٹ کیا۔ شعب بنی ہاشم کی تین سالہ جاں گسل محصوری سے سابقہ پیش آیا۔ ایمان لانے والے سعید و صالح نوجوانوں کو ان کے خاندان والوں نے گھروں سے نکالا۔ ان پر معیشت کا دائرہ تنگ سے تنگ تر کیا گیا، لیکن انہوں نے ان سب کو جھیلتے اور برداشت کرتے ہوئے توحید کا علم ہاتھ میں لیے توحیدی انقلاب اور توحیدی نظام قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ کسی ادنیٰ درجہ میں ہی سہی، اُس جماعت کے وابستگان میں بھی ان باتوں کی کوئی جھلک نظر آنا ضروری ہے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

## اس شمارے میں

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

جنتی گھرانا کیسا ہوگا؟

صوبہ گلگت بلتستان اور بھارتی تشویش

ابلیس کی مجلس شوریٰ اور حالات حاضرہ (آخری قسط)

ام المومنین سیدہ جویریہ ؓ

دوقومی نظریہ، تحریک پاکستان اور چودھری رحمت علیؒ

الہدیٰ (913)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

# زانی اور زانیہ سے نکاح اور زنا کی تہمت کا بیان

سُورَۃُ النُّوۡر　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ　آیات :3، 4

اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً ۫ وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُہَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡہُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً وَّ لَا تَقۡبَلُوۡا لَہُمۡ شَہَادَۃً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴﴾

**آیت:۳** ﴿اَلزَّانِیۡ لَا یَنۡکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوۡ مُشۡرِکَۃً ۫﴾ ’’زانی مرد کو روا نہیں کہ وہ نکاح کرے مگر کسی زانیہ ہی سے یا مشرکہ سے‘‘

یہ حکم قانون کے درجے میں نہیں بلکہ اخلاق کے درجے میں ہے ۔یعنی اس شرمناک اور گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر کے اس شخص نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ کسی پاک دامن ‘عفت مآب مؤمنہ کے لائق ہے ہی نہیں۔ چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اس قانونی بندھن کے لیے بھی اپنے جیسی ہی کسی بدکار عورت یا پھر مشرکہ عورت کا انتخاب کرلے۔

﴿وَّ الزَّانِیَۃُ لَا یَنۡکِحُہَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾﴾ ’’اور زانیہ عورت بھی اس لائق نہیں کہ اس سے کوئی نکاح کرے مگر صرف بدکار مرد یا کوئی مشرک ۔اور حرام کر دیا گیا ہے یہ (زانی اور زانیہ سے نکاح) مؤمنین پر۔‘‘

**آیت:۴** ﴿وَ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ﴾ ’’اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں‘‘

’’محصنات‘‘ سے مراد خاندانی عورتیں بھی ہیں اور منکوحہ عورتیں بھی ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن خاندانی یا منکوحہ عورت پر زنا کا الزام لگائے اور:

﴿ثُمَّ لَمۡ یَاۡتُوۡا بِاَرۡبَعَۃِ شُہَدَآءَ فَاجۡلِدُوۡہُمۡ ثَمٰنِیۡنَ جَلۡدَۃً﴾ ’’پھر وہ نہ لاسکیں چار گواہ ‘تو ایسے لوگوں کو لگاؤ اسّی کوڑے‘‘

﴿وَّ لَا تَقۡبَلُوۡا لَہُمۡ شَہَادَۃً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴﴾﴾ ’’اور آئندہ کبھی ان کی شہادت قبول نہ کرو۔اور یہی لوگ فاسق ہیں۔‘‘

اگر کوئی شخص کسی پاکدامن خاتون پر بدکاری کا الزام لگائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ چار چشم دید گواہ پیش کرے۔ اگر وہ اس میں ناکام رہتا ہے تو اس کے اس الزام کو بہتان تصور کیا جائے گا‘ اور زنا کے بہتان کی سزا کے طور پر اسے اسّی (۸۰) کوڑے لگائے جائیں گے۔شریعت میں اسے ’’حدِ قذف‘‘ کہا جاتا ہے۔

اس میں بظاہر یہ حکمت نظر آتی ہے کہ خواہ مخواہ برائی کی تشہیر نہ ہو۔ دراصل برائی کا چرچا بھی معاشرے کے لیے برائی ہی کی طرح زہرناک ہے اور شریعت کا مقصود اس زہر ناکی کا سدباب کرنا ہے۔ اس سلسلے میں شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کہیں ایسی غلطی کا ارتکاب ہو تو قصوروار افراد کو قانون کے مطابق سخت سزا دی جائے۔

فرمان نبویؐ

# کامل ایمان

عَنۡ اَبِیۡ اَمَامَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((مَنۡ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبۡغَضَ لِلّٰہِ وَاَعۡطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسۡتَکۡمَلَ الۡاِیۡمَانَ)) (ابوداؤد)

حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اُس شخص کے ’’کامل ایمان‘‘ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جس کی دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے ہو اور جو مال خرچ کرنے اور نہ کرنے میں اللہ کی رضا کو ملحوظ رکھتا ہو‘‘۔

**تشریح:** مؤمن کی زندگی کا نصب العین ’’اللہ کی رضا کا حصول ہے۔اسے نہ تو ستائش کی تمنا ہوتی ہے‘ نہ صلہ کی پروا۔وہ کسی سے جڑتا ہے تو ذاتی اغراض سے مجبور ہو کر نہیں بلکہ اس لیے کہ اللہ کے دین کا مفاد اسی سے وابستہ ہے۔وہ کسی سے کٹتا ہے تو اپنے وقار اور ذوق کی بنا پر نہیں بلکہ محض اللہ کی رضا کے لیے۔وہ اپنی کمائی ہوئی دولت کو خرچ کرنے میں اللہ کی رضا کو مقدم سمجھتا ہے۔ کتنا‘ کہاں اور کب خرچ کرنا ہے؟ اس معاملہ میں وہ اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے اور اس پابندیٔ قانون میں (نمود و نمائش کے جذبے سے بے نیاز) محض اللہ کی رضا اس کا مطمح نظر ہوتی ہے ۔ وہ اس کام پر ایک پیسہ بھی صرف نہیں کرتا جس پر خرچ کرنے سے اللہ کی ناراضی کا اندیشہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے

قوموں کے عروج و زوال سے تاریخ اَٹی پڑی ہے۔ امتِ مسلمہ کا معاملہ یہ ہے کہ کبھی اِس کا مکمل اور ہمہ گیر عروج تھا اور اِسلامی ریاست کئی براعظموں تک پھیلی ہوئی تھی پھر عروج و زوال جغرافیائی لحاظ سے تقسیم ہو گیا، یعنی ہسپانیہ میں مسلمانوں کو بدترین شکست ہوئی یہاں تک کہ وہاں مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا، وہی وقت تھا جب پورا ہندوستان مغلوں کے زیر تسلط پہلی مرتبہ متحد ہوا۔ برصغیر پر دو صدیوں تک مسلمانوں نے اقلیت میں رہتے ہوئے یوں حکومت کی کہ کوئی مقابل دور دور نظر نہیں آتا تھا۔ مغلوں کا ہندوستان میں زوال شروع ہوا تو خلافتِ عثمانیہ پورے جاہ و جلال سے دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چھائی ہوئی تھی۔ یوں مسلمانوں کا معاملہ اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے کا چل رہا تھا۔ خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ اگرچہ اعلانیہ طور پر 1924ء میں ہوا، لیکن ایک مدت ہوئی کہ اُس کے پاؤں اُکھڑ چکے تھے۔ مغرب سے اُٹھنے والے طوفان کے سامنے وہ بڑے بے بس نظر آ رہی تھی۔ یوں سمجھیے کہ اب دو اڑھائی صدیوں سے پوری امتِ مسلمہ سیاسی لحاظ سے بلندیوں سے پستیوں کی طرف بڑی تیزی سے لڑھک رہی ہے اور کہیں پاؤں جما نہیں پا رہی۔ یہ پستی کا سفر، یہ زوال اب ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہے۔ مولانا حالی نے جب یہ نوحہ پڑھا تھا:

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے ... اسلام کا گر کر نہ اُبھرنا دیکھے
مانے نہ کبھی کہ مد ہے ہر جزر کے بعد ... دریا کا ہمارے جو اُترنا دیکھے!

اُس وقت ہم جس مقام پر تھے، آج اُس مقام کو بھی ہمیں سر اُٹھا کر دیکھنا پڑتا ہے۔ اِس لیے کہ گزشتہ پچاس ساٹھ سال پر نظر دوڑائیں، مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ہوا؟ سقوطِ ڈھاکہ کا سانحہ پیش آیا اور پاکستان دولخت ہوا۔ بیت المقدس امت مسلمہ کے ہاتھ سے نکل کر اُس کے بدترین دشمن کے قبضہ میں چلا گیا۔ شام کی دفاعی لحاظ سے اہم گولان کی پہاڑیاں اسرائیل کے قبضہ میں جا چکی ہیں۔ 1974ء میں اسرائیل پر حملہ آور ہونے والا انور سادات کیمپ ڈیوڈ میں یہودیوں کے سامنے ڈھیر ہو گیا اور اُس نے اُن کی بالادستی قبول کر لی۔ فلسطینیوں کو گھروں سے دربدر کیا گیا اور وہاں یہودی بستیاں آباد ہو رہی ہیں۔ عرب جو کبھی فلسطینیوں کے محافظ سمجھے جاتے تھے، آج اُن پر ظلم کرنے میں اسرائیل کا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ گویا عسکری لحاظ سے اسرائیل کے سامنے حالتِ رکوع میں ہیں اور سیاسی لحاظ سے حالتِ سجدہ میں ہیں۔ باقی مسلمان ممالک کی حالت بھی کوئی اچھی نہیں۔ صرف ترکی حالتِ قیام میں آنے کی کوشش میں ہے۔ بہر حال یہ سیاسی اور عسکری زوال ہے جو اگرچہ تشویشناک اور افسوسناک ہے لیکن تاریخ کے آئینے میں ہم بہت اُتھل پتھل دیکھتے ہیں۔ کیسے غالب قوتیں مغلوب ہوئیں اور مغلوب قوتوں کو غلبہ ملا۔ یہ اگر گزرے ہوئے کل میں ممکن تھا تو آنے والے کل میں بھی ممکن ہوگا۔

ہمارا اصل مسئلہ یہ ہے کہ تہذیبی اور معاشرتی سطح پر ابھی ہم کچھ resist کر رہے تھے۔ مذہب کی بنیاد پر ہم اپنے کلچر، اپنی روایات، اپنی بود و باش، اپنے لباس کا دفاع کرتے نظر آتے تھے۔ سعودی عرب

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیمِ اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
8 تا 14 ربیع الثانی 1442ھ جلد 29
24 تا 30 نومبر 2020ء شمارہ 40
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-78
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقامِ اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 15 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

میں سینما نہ تھے۔ وہاں خواتین پر گاڑی چلانے کی پابندی تھی۔ عرب اپنی زبان اور اپنے لباس پر اصرار کرتے نظر آتے تھے۔ اُس زمانے کے برصغیر پر نظر ڈالیں۔ سیاسی اور عسکری شکست نے معاشرت اور تہذیب پر نظر نہ آنے والا اثر ڈالا تھا۔

اُنیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز تک انگریزوں کے سیاسی تسلط اور غلبہ کے باوجود ہندوستان میں مسلمان معاشرتی اور تہذیبی لحاظ سے الگ تھلگ نظر آتے تھے۔ سرسید جیسا انسان بھی جو ظاہری اور باہری طور پر ذہنی اور قلبی طور پر اگرانگریزوں کے غلبے کو تسلیم کر چکا تھا اور جدید تعلیم حاصل کرنے اور انگریزی زبان سیکھنے کی مسلمانوں میں تبلیغ کر رہا تھا، لیکن وہ بھی باریش تھا، مشرقی لباس پہنتا تھا اور عورت کے پردے کا شدت سے قائل تھا۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ سیاسی اور عسکری لحاظ سے بدترین حالتِ مغلوبیت میں مسلمانوں میں شاذ کے درجہ میں افراد یا کچھ گھرانے ہوں گے جنہوں نے مغربی تہذیب کو کھلم کھلا اپنایا تھا۔ لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد یا یوں کہہ لیجیے کہ خلافتِ عثمانیہ کے اعلانیہ خاتمے کے بعد اور نیشن سٹیٹس (Nation States) قائم ہونے کے ساتھ ہی مسلمانوں میں اقتدار کی بندر بانٹ ہوئی اور مسلمانوں کو مبینہ طور پر سیاسی آزادیاں مل گئیں تو مغربی تہذیب اور مغربی معاشرت کی ہمارے ہاں قبولیت نظر آنے لگی جو بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اِس سے پہلے 12 یا 13 صدیوں میں مسلمان فاتح اور غالب رہے یا مفتوح اور مغلوب۔ اُنہوں نے کبھی غیر کی تہذیب اور معاشرت کو قبول نہ کیا تھا۔ لیکن آج مسلمانوں کا کوئی ملک بھی نظر نہیں آتا جو بحیثیت مجموعی مغربی تہذیب میں رنگا نہ جا چکا ہے۔

پاکستان سمیت مسلمان ممالک کی ایلیٹ الاّ ماشاء اللہ مغرب کی اس بے ہودہ تہذیب کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ دوسرے اسلامی ممالک کی طرح پاکستان میں بھی ایک عرصہ سے ہر طرح کے غیر اسلامی شعائر کو اپنایا جا چکا ہے۔ لیکن عائلی قوانین کے سوا غیر اسلامی مظاہر کو قانونی شکل ہر گز نہیں دی گئی۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ جس سرزمین پر اسلام نے جنم لیا تھا یعنی جزیرہ نمائے عرب اور اُس کے نواحی خلیجی ممالک میں گزشتہ چند سالوں میں اسلامی معاشرت کا کیا حشر ہوا ہے اور اُسے کس طرح تباہ و برباد کیا گیا ہے، اُس کے احوال تحریر کرتے ہوئے قلم کانپ رہا ہے اور یہ سب کچھ سرکاری سرپرستی میں ہو رہا ہے۔ اللہ اس قوم پر رحم فرمائے۔

محافظین حرمین شریفین لیڈ کر رہے ہیں سینما، نائٹ کلب، جوا خانے کھل رہے ہیں اور اب متحدہ عرب امارات نے تو اُم الخبائث یعنی شراب پینے کی کھلی اجازت دے دی ہے اور غیر منکوحہ جوڑوں کو بلا روک ٹوک اکٹھا رہنے کی قانونی طور پر اجازت مل گئی ہے، یعنی مغرب کے اُس Living together کے فلسفے کو سرکاری اور قانونی طور پر اپنا لیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک متحدہ عرب امارات نے اسلامی معاشرت پر ایٹم بم گرا دیا ہے۔ اسلام کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان کر دیا ہے۔ شراب نوشی اور زنا کاری کی اجازت تو اصل عیسائیت اور یہودیت بھی نہیں دیتی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اِن عربوں نے اللہ کے غضب کو دعوت دی ہے۔ کیا ہمیں عربوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے کہ ہمارا غفور ورحیم رب خطا کاروں کو تو رجوع کرنے پر معاف کر دیتا ہے لیکن گناہ پر اصرار کرنے والے باغیوں کے لیے وہ جبار ہے اور قہار بھی اور منتقم بھی ہے۔ وہ توبہ نہ کرنے والے نافرمانوں کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کرتا ہے اور آخرت میں اُن کا انجام آگ کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

کیا ہم عربوں کو بتائیں گے کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ حیا اور ایمان باہم جڑے ہوتے ہیں حیا نہ رہے تو ایمان نہیں رہتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ)) یعنی ''جب تم حیا کا پردہ اُٹھا دو تو پھر جو چاہے کرو''۔ حقیقت یہ ہے کہ سوئے ہوئے کو تو جگایا جا سکتا ہے جاگے کو کیا جگائیں۔ اے اہلِ عرب! خود پر نگاہ ڈالو اور اپنی موجودہ حالت پر غور کرو اِس سے زیادہ کیا ذلت وخواری ہوگی کہ آج اسرائیل کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہو۔ امریکہ یہ کہہ کر تمسخر اُڑاتا ہے کہ تمہارا اقتدار اور حکمرانی ہماری رضا اور حکم کے طفیل قائم ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ باحیا اور اپنی عزت وعفت کی محافظ خواتین نے قرآن میں جگہ پائی۔ امیر مصر کی بیوی کس طرح ذلیل وخوار ہوئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کس قدر آبرومند اور کامیاب وکامران ہوئے۔

علاوہ ازیں تمام مسلمان حکمرانوں کو ٹیپو سلطان کا یہ قول از بر ہونا چاہیے اور ہر دم اُن کے سامنے رہنا چاہیے کہ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ کیا حکمران قرآن میں غور نہیں کرتے کہ فرعون دریا میں غرق ہو جاتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے لیے پانی راستہ بنا دیتا ہے یاد رکھو! ہر فرعون کا انجام ڈوبنا ہے اور ہر اللہ کے بندے کو بالآخر کامیاب ہونا ہے۔ ذرا غور تو کریں کہاں ہیں تمہارے وہ آباء واجداد جو کبھی شان وشوکت سے حکومت کرتے تھے۔ تمہارا اصل مقام بھی وہی ہے صرف وقت کی بات ہے لوٹ آؤ کہ اللہ رب العزت موت سے پہلے لوٹ آنے کی مہلت دیتا ہے۔ ہمارا غفور ورحیم رب انسانوں کے گناہوں کو اپنی رحمت اور کرم سے ڈھانپ دیتا ہے۔

# جنتی گھرانا کیسا ہوگا؟

(سورہ الطور کی آیات 26 تا 28 کی روشنی میں)

**جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے 6 نومبر 2020ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص**

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

قرآن حکیم کے سلسلہ وار مطالعہ کے ضمن میں آج ہم سورۃ الطور کی آیت 26 سے مطالعہ شروع کریں گے۔ ارشاد ہوا:

﴿قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝۲۶﴾

''وہ کہیں گے کہ ہم پہلے اپنے اہل وعیال میں ڈرتے ہوئے رہتے تھے۔'' (الطور)

یعنی دنیا میں رب سے سرکشی اور بغاوت والی زندگی نہیں گزار رہے تھے بلکہ ہر معاملے میں رب سے ڈرے ہوئے رہتے تھے۔ گھر والوں کی محبت میں ڈوب کر ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کر دیا ہو۔ گھر والوں کی جائز و ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے لیے اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کو پامال نہیں کیا۔ ایسے نہیں ہوا کہ دنیا کے گھر کو ہی اصل گھر سمجھ لیا ہو اور اسی گھر کے ہو کر رہ گئے ہوں اور آخرت کے اصل گھر کو فراموش کر دیا ہو۔ یہ سب باتیں اللہ اس لیے نقل کر رہا ہے کہ جنت کے حصول کے لیے محنت کرنے کا موقع ہمیں صرف اس دنیا میں میسر ہے۔ آج مہلت ہے۔ آج ہمیں بھی غور کرنا چاہیے کہ گھروں میں ہماری کیفیت کیسی ہے؟ ایک وہ گھرانے ہوتے ہیں جہاں یہ دعائیں چلتی ہیں:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾ (الفرقان:74)

﴿رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ڰ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱﴾ (ابراہیم)

﴿رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۭ﴾ (الاحقاف:15)

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ﴾ (نوح:28)

یہ دعائیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن میں سکھائیں، پھر اللہ کے پیغمبر ﷺ نے تعلیم عطا فرمائی۔ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ ایمان کے بعد سب سے بڑی دولت نیک بیوی ہے۔ بیوی کو نیک بنانے کی ذمہ داری شوہر پر ہے۔ جہاں شوہر پر نان نفقہ (روٹی، کپڑا، مکان) کی ذمہ داری ہے، جہاں اس پر یہ ذمہ داری ہے کہ اپنی بیوی کی حاجات

**مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان**

پوری کرے وہیں شوہر بیوی کی روحانی حاجات کو پورا کرنے کا بھی ذمہ دار ہے۔ یعنی جہاں اس کی دنیا بنانے، سنوارنے کی فکر کر رہا ہے وہیں اس کی آخرت سنوارنے کی فکر بھی شوہر کو کرنا چاہیے۔ قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:

''اے اہل ایمان! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، اس پر بڑے تندخو بہت سخت دل فرشتے مامور ہیں اللہ ان کو جو حکم دے گا وہ فرشتے اس کی نافرمانی نہیں کریں گے اور وہ وہی کریں گے جس کا انہیں حکم دیا جائے گا۔'' (التحریم:6)

قرآن حکیم میں کہیں نہیں لکھا کہ گھر والوں کے لیے گھر بناؤ، فلیٹ بناؤ، بنگلہ بناؤ۔ کہیں نہیں لکھا کہ بیمار ہو جائیں تو ان کی دوا کا اہتمام کرو، کہیں نہیں لکھا کہ ان کے کپڑے پرانے ہو جائیں تو ان کے لیے کپڑے بناؤ یا سردی آ جائے تو ان کے لیے گرم کپڑوں کا اہتمام کرو۔ اس لیے کہ یہ تو سب کر ہی رہے ہیں۔ ہمارے اندر پہلے سے یہ خواہش اور احساس موجود ہے جس کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ لیکن ہم جس بات کو فراموش کیے بیٹھے ہیں قرآن یہاں اُسی کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''خبردار سن لو! تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کا نگہبان ہے اور (قیامت کے دن) اس سے اپنی رعایا سے متعلق باز پرس ہوگی'' (صحیح بخاری)

شوہر ہے تو بیوی کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کی حاجات پوری کیں؟ اللہ کی بندی بنانے کی کوشش کی؟ اس کو دین سکھایا؟ اس کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کی؟ اس کو اللہ کی اطاعت کے راستے پر لانے کی کوشش کی؟ اسی طرح باپ ہے تو اولاد کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کو اللہ کے دین کے راستے پر لانے کی کوشش کی، گمراہیوں اور منکرات سے بچانے کی کوشش کی؟ ان کے عقیدے اور ایمان کو بچانے کی کوشش کی یا نہیں؟ آج تو نسلوں کی نسلیں تباہی کی طرف جا رہی ہیں۔ دنیا اگر گلوبل ہوگئی تو فتنے بھی گلوبل ہو گئے ہیں۔ دنیا کی دجالی تہذیب ہمارے گھروں میں پہنچ چکی ہے۔ سمارٹ فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے تو دنیا کے گلوبلی فتنے ہمارے گھروں کے اندر آ رہے ہیں۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز میں جانے والے ہمارے بچوں کو ذرا کھل کر بات کرنے کا موقع دیں تو معلوم ہوگا کہ دین کے مسلمات، عقائد اور احکامات کے بارے میں ہمارے ہاں بحثیں چل رہی ہیں۔ ان فتنوں

سے اپنی اولاد کے ایمان کو بچانا بھی والد کی ذمہ داری ہے۔ اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ اسی طرح مالک ہے تو ملازمین کے بارے میں سوال ہوگا۔ حکمران ہے تو رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔ ہمارے حکمرانوں کا بڑا دل گردہ ہے کہ 22 کروڑ عوام پر حکمرانی کا شوق ہے لیکن کیا اللہ کے سامنے جوابدہی کا احساس بھی ہے؟ اسی طرح ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”ہر ایک بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں اور نصرانی بناتے ہیں اور مجوسی بناتے ہیں۔“ (صحیح مسلم)

ہم کہتے ہیں کہ میڈیا، تعلیمی نظام اور سیاسی جماعتوں نے ہمارے بچوں کو بگاڑ دیا یقیناً ان کا بھی قصور ہوگا لیکن اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے پہلے ذمہ دار ماں باپ ہیں۔ کیونکہ ہر بچہ ایمان اور توحید کا درس اپنی فطرت میں لے کر آتا ہے لیکن اگر ماں باپ خود سیدھے راستے پر نہیں ہیں تو وہ اس کو بھی گمراہی کے راستے پر ڈال سکتے ہیں۔

زیر مطالعہ آیت کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے کہ یہ گھر گرہستی کے معاملات چلانا کوئی غیر شرعی بات نہیں ہے۔ بس دین کی تعلیم کے مطابق چلانا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ لقمہ جو تم ماں باپ کو کھلاتے ہو، وہ لقمہ جو تم اپنی اولاد کو کھلاتے ہو، وہ لقمہ جو تم اپنی بیوی کو کھلاتے ہو اور وہ مال جو اس لیے کماتے ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے وہ سب صدقہ ہے۔ یعنی ثواب کے اعمال ہیں۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ نے فرمایا: زوجین کا باہم تعلق قائم کرنا بھی صدقہ ہے، ثواب کا کام ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! بندہ اپنی فطری خواہش کو پورا کر رہا ہے کیا اس پر بھی ثواب ملے گا؟ اللہ کے رسول ﷺ نے بڑا پیارا اور خوبصورت جواب دیا: جس طرح آدمی اگر حرام میں منہ ڈالے، زنا کر کے اپنی خواہش پوری کرے تو گناہ ہوگا۔ اسی طرح جب حلال طریقے سے وہ خواہش پوری کرے گا تو ثواب ہوگا۔ اسی طرح اگر آدمی اپنے کنبے کی حلال معاش کے لیے محنت کر رہا ہے تو وہ بھی ثواب کا عمل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”رزق حلال کمانا دیگر فرائض کے بعد ایک فرض ہے۔“

یہاں ایک نکتہ مدنظر رہے کہ معاش کو دیگر فرائض کے بعد ایک فرض قرار دیا۔ یعنی یہ نہیں کہ ایمانداری سے سولہ گھنٹے حلال تو کما رہا ہے لیکن نماز بھی ضائع ہو رہی ہے، زکوٰۃ میں بھی ڈنڈی ماری جا رہی ہے، دین کے دیگر احکامات پامال کیے جا رہے ہیں۔ بلکہ دین کے دیگر فرائض کو پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ اللہ کے دین کی جدوجہد کرنا، اس کی دعوت کے لیے محنت کرنا، اس کے نفاذ کے لیے محنت کرنا یہ بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اسی طرح وراثت کے احکامات کو علم الفرائض کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ علم جس کا معاملہ فرض کے درجے کا ہے۔ آج ہم وراثت میں کتنی ڈنڈی مارتے ہیں، خاص طور پر بیٹیوں اور بہنوں کا حصہ، بیوہ کا حصہ لوگ بڑے آرام سے کھا جاتے ہیں۔ چنانچہ گھر گرہستی میں دین کے احکامات کو مدنظر رکھ کر جو کیا جائے گا تو وہ اجر وثواب کا باعث ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کسی باپ نے اپنی اولاد کو اچھی تعلیم اور عمدہ اخلاق سے بڑھ کر کبھی کوئی تحفہ نہیں دیا۔ اچھی تعلیم سے مراد دین کا وہ علم ہے جو ہر ایک کے لیے فرض ہے۔ ایک بچہ بالغ ہو گیا تو اس کو طہارت کے مسائل، نماز کے مسائل معلوم ہونے چاہئیں۔ اگر بیٹیاں جوان ہو گئی ہیں تو ان کو اس سے متعلق بنیادی مسائل معلوم ہونا فرض ہیں اور یہ والدین کی ذمہ داری ہے کہ اس کا اہتمام کریں۔ اسی طرح اگر کاروبار کرنے جا رہے ہیں تو اس سے متعلق علم کا حاصل کرنا فرض ہو جائے گا۔ کوئی صاحب مال ہو گیا تو زکوٰۃ کے بارے میں بنیادی علم حاصل کرنا فرض ہے تاکہ پتا تو ہو زکوٰۃ مجھ پر فرض ہو گئی۔ یہ وہ علوم ہیں جن کو حاصل کرنا فرض کے درجے میں ہے۔

آج ہم پیسے، بنک اکاؤنٹس، پلاٹس وغیرہ کی باتیں کرتے ہیں لیکن اس سے بڑھ کر بات کیا ہونی چاہیے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب بندے کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا نامہ اعمال بند کر دیا جاتا ہے سوائے تین کاموں کے۔ (وہ تین کام ایسے ہیں کہ اس کے مرنے کے

پریس ریلیز 20 نومبر 2020ء

# افغانستان میں امن کے لیے حق کا ساتھ دینا ہوگا

## شجاع الدین شیخ

افغانستان میں امن کے لیے حق کا ساتھ دینا ہوگا۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے وزیر اعظم پاکستان کے دورۂ افغانستان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ افغان عوام نے اپنی حقیقی آزادی کے لیے طویل جنگ لڑی ہے۔ وہ کسی کٹھ پتلی حکومت کو اپنے اُوپر مسلط نہیں رہنے دیں گے۔ اُصولی طور پر تمام غیر ملکی افواج کو اپنا غاصبانہ قبضہ ختم کر کے فوری طور پر افغانستان سے نکل جانا چاہیے اور جن سے زبردستی اور ناحق حکومت چھینی گئی تھی، اُنھیں حکومت واپس کی جائے۔ بعدازاں یہ افغان عوام کی صوابدید ہوگی کہ وہ کسے حکومت کا حق دیتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ وزیر اعظم کو کابل حکومت کو متنبہ کرنا چاہیے تھا کہ افغانستان کی سرزمین سے پاکستان میں کسی قسم کی دہشت گردی کا ارتکاب نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اِس لیے بھی انتہائی ضروری تھا کیونکہ حکومت خود میڈیا پر پریس کانفرنس کرتے ہوئے یہ الزام لگاتی ہے کہ بھارت افغانستان کے راستے پاکستان میں دہشت گردی کرواتا ہے اور اُس کے ثبوت بھی مہیا کیے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ اِس دہشت گردی کے نتیجہ میں ہزاروں معصوم پاکستانی شہید ہو چکے ہیں۔ یہ پاکستان کے لیے انتہائی سنگین مسئلہ تھا لہٰذا ہمیں تمام ثبوت اقوامِ متحدہ کو فراہم کرنے چاہئیں اور مطالبہ کرنا چاہیے کہ اِن جرائم کی پاداش میں بھارت کو نہ صرف بلیک لسٹ کیا جائے بلکہ اِس کے خلاف مزید تادیبی کارروائی بھی کی جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

بعد بھی اس کا اجر جاری رہے گا۔)

1۔صدقہ جاریہ۔ایسا کام جس سے مخلوق خدا کو مستقل فائدہ پہنچے،جس کی بہت شکلیں ہیں مسجد کا تعمیر،کہیں درخت کا لگانا،کہیں پانی کا انتظام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ایسا کام شروع کرنے والے کو اس کا اجر مرنے کے بعد بھی ملے گا۔

2۔وہ علم جس سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں،تو جب تک اس علم سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں گے یہ علم سکھانے والے کو اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اجر ملتا رہے گا۔

3۔نیک اولاد: مالدار اولاد،سمارٹ اولاد یا بڑی پوزیشن والی اولاد نہیں کہا بلکہ نیک اولاد کہا۔یعنی اللہ کی فرمانبرداری کرنے والی اولاد۔ہاں جس کو دیکھ کر آنکھوں کو ٹھنڈک ملے۔ہمارا خیال کیا ہے کہ بچے کو اچھا کپڑا پہنا دیا جس سے وہ اچھا لگے تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے یا بچے نے گولڈ میڈل حاصل کیا اس سے آنکھوں کی ٹھنڈک ملے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''(نسائی شریف)

ہمیں یہ دعا ہمیشہ کرنی چاہیے:﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾(الفرقان:74)

تو کیا اولاد کو دیکھ کر یہ اطمینان ہے کہ یہ اولاد اللہ کی بندگی کر رہی ہے۔اور میرے مرنے کے بعد اس کے ہاتھ کھڑے ہوں گے تو جنت میں میرے درجات بلند ہوں گے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ایک شخص کا درجہ بلند ہوتا ہے اس کو بتایا جاتا ہے تیری اولاد نے تیرے لیے استغفار کیا،تیرا درجہ اس لیے بلند کیا جارہا ہے۔

کیا یہ اطمینان ہمیں آج اپنی اولاد سے ہے۔یہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔حلال طریقے پر اچھا کپڑے پہنائیں،زیور پہنائیں ٹھیک ہے لیکن یہ آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں۔امت کی ماؤں کے پاس تو اتنا زیور بھی نہیں تھا جو رسول اللہ ﷺ کی ٹھنڈک کا باعث بنتا۔اتنا ضرور ہے کہ ہماری ماں،اماں عائشہ صدیقہ ؓ نے نبی مکرم ﷺ کی 2210 احادیث امت کو منتقل کی ہیں۔یہ ان کا ورثہ ہمیں ملا ہے۔بیوی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا مطلب ہے کہ کیا وہ اللہ کی بندگی کر رہی ہے؟اور وہ میری حیا اور ایمان کی حفاظت کا باعث بنتی ہے یا نہیں۔میری حیا محفوظ ہوگی تو میرا ایمان محفوظ ہوگا۔رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں اگر ایک چلا جائے تو دوسرا بھی چلا جاتا ہے۔یہ ہے وہ مثبت پہلو کہ گھر والوں کی جائز حاجات بھی پوری کریں کیونکہ وہ ہماری ذمہ داری ہے مگر اس سے بڑھ کر گھر والوں کی روحانی حاجات کو پورا کرنا ان کو اللہ کی بندگی کی طرف لانا،ان کو گناہوں سے بچانے کی فکر اور کوشش کرنا،یہ ہماری زیادہ اہم تر ذمہ داری ہے۔آج ہمیں اپنا جائزہ لینا چاہیے۔آج ہمارے گھر میں گلاس ٹوٹ جائے یا بچہ فیل ہو جائے،یا بچہ کوئی دوسری چیز ضائع کر دے تو بہت غصہ آتا ہے لیکن اگر بچے کا اخلاق خراب ہو،وہ نماز نہ پڑھتا ہو یا کوئی دین پر چلنے کے لیے تیار نہ ہو تو غصہ نہیں آتا۔اس کا مطلب ہے کہ ہماری ترجیحات کچھ اور ہیں،پھر یہ ایمان والوں کا گھرانہ نہیں ہے۔

ایمان والوں کے گھرانوں میں ایمان اور ایمان کے تقاضے ترجیح اول ہوتے ہیں۔امام الانبیاء ﷺ کو غصہ کب آتا تھا۔اماں عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذاتی معاملے میں کبھی غصہ کا اظہار نہیں کیا لیکن جب اللہ کی حدود میں سے کوئی حد ٹوٹتی تو رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ غصہ آتا تھا۔لیکن ہم لوگ کہتے ہیں کہ دین میں جبر تو نہیں ہے۔ان للہ وانا الیہ راجعون!کیا دین ہماری عقل سمجھائے گی یا رسول اللہ ﷺ کا عمل سمجھائے گا؟لوگوں کو ایسی آیتیں بھی یاد ہیں۔کراچی کی ایک بڑی جماعت جس کا اب بیڑا غرق ہو چکا ہے لیکن انہوں نے اپنے بینرز پر آیت لکھ کے لگائی ہوئی تھی:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ﴾(البقرۃ:256)''دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔''

پورے حوالے کے ساتھ یہ آیت بینرز پر موجود ہے۔کیا اپنے مفاہیم کو اخذ کرنے کے لیے خود ساختہ اپنی باتیں بیان کرنے کے لیے قرآن کا حوالہ دیا جارہا ہے۔بقول اقبال:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

لیکن اس کا مطلب ہے کہ دین کے قبول کروانے میں کوئی جبر نہیں۔اللہ نے بھی اختیار دیا ہوا ہے:

﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③﴾(الدھر)''اب چاہے تو وہ شکر گزار بن کر رہے چاہے ناشکرا ہو کر۔''

مگر جو آدمی اسلام قبول کر چکا اس سے عمل تو کروایا جائے گا۔یہ تو ہر ادارے کا اصول ہے۔ہم نے ایک بچے کو سکول میں داخل نہیں کروایا اگر وہ دس بجے سو کر اٹھتا ہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر ہم نے خوشی خوشی بچے کو سکول میں داخل کرایا تو ساڑھے سات بجے سے پہلے سکول میں اس کو جانا پڑے گا۔پھر ہمارا بچہ سکول میں لیٹ ہو جائے تو آگے سے پرنسپل صاحبہ کہیں کہ آپ کا بچہ لیٹ آیا ہے تو ہم یہی کہتے ہیں کہ کل سے وقت پر آئے گا۔ان شاء اللہ!

کبھی کسی نے اس حوالے سے جبر کا ذکر کیا ہے کیونکہ ہم سب سارے دنیوی معاملات میں جبر مانتے ہیں،یعنی جبر ہر جگہ ہے،لیکن سب کو جبر دین میں یاد آتا ہے۔بچے کے سکول میں جبر ہم کریں،اس کے ہوم ورک میں جبر ہم کریں،اس کے امتحانات میں جبر ہم کریں۔سب کچھ کریں۔

شادی بیاہ کے اوقات ہم کون سے رکھتے ہیں کہ جن دنوں میں بچوں کے امتحان نہ ہوں ہمیں بچوں کی کتنی فکر ہے۔لیکن کسی نے نماز کے بارے میں سوچا کہ رات کو دو بجے لوگ گھروں کو جائیں گے تو فجر کی نماز ضائع ہوگی۔تو ہماری ترجیح کیا ہے ہم کس کو اوپر رکھ رہے ہیں کس کو نیچے رکھ رہے ہیں۔

حاصل کلام: ذرا ہم اپنے گھرانوں کا جائزہ لیں کہ جنتی جو کہہ رہے ہوں گے۔کیا ہمارے گھرانوں میں بھی اللہ کا ڈر پایا جاتا ہے؟اللہ کے ڈر سے مراد ہے کہ اللہ ناراض نہ ہو جائے،کل کی جوابدہی کا احساس۔خوف رہے کل اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور جہنم کی آگ سے بچنا ہے اور اپنے گھر والوں کو بچانا ہے۔کیا گھروں کے اندر اس کا خوف ہے؟آج ہمارے گھرانے کیا نظارے پیش کر رہے ہیں۔عجیب بات ہے ماہ ربیع الاول بھی ہے کسی نے بڑے دل سے انٹرنیٹ پر ایک مضمون لکھا۔سوچیے!اگر آج اللہ کے رسول ﷺ میرے اور آپ کے گھر میں تشریف لانا چاہیں اور گھر کے باہر دروازے پر آجائیں کیا ہم انہیں اندر بلانا پسند کریں گے؟اپنے دل سے پوچھیے۔مجھے پتا ہے کہ بات بڑی تلخ اور حساس ہے اور شاید کڑوی بھی محسوس ہو۔اسی لیے کہا گیا سچ کڑوا ہوتا ہے لیکن یہ بھی ہم نے سنا ہے کہ کڑواہٹ میں ہی تاثیر ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے گھرانوں کے نقشے کو صحیح کر سکیں۔اگر ہم اچھے ہیں تو اور اچھے ہو جائیں اور کمی کوتاہی ہے تو کوئی بات نہیں ہم انسان ہیں،ہم سے غلطی ہوگی ہم فرشتے نہیں ہیں۔اگر کمی کوتاہی ہے اور ان باتوں سے احساس پیدا ہو تو پھر یہ دعا کریں:

﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ㉓﴾(الاعراف)

ہمارے ابا اماں آدم و حوا ؑ نے یہی تو سکھایا کہ غلطی ہو جائے تو اللہ سے استغفار کرو،توبہ کرو اور اپنے معاملات کو درست کرو۔اور ابھی مہلت ہے اگر موت آگئی اور گھرانوں کے نقشے ایسے ہی رہے تو اللہ کو کیا جواب دیں گے۔اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے گھروں کے نقشوں کو درست کریں۔اللہ تعالیٰ یہی نقشہ ہمیں عطا فرمائے جو جنت والوں کا قول نقل ہوا۔آگے فرمایا:

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾﴾
’’تو اللہ نے بڑا احسان کیا ہم پر اور ہمیں بچا لیا لُو کے عذاب سے۔‘‘
یعنی یہ جنت ہم اپنے اعمال کی بنیاد پر نہیں پہنچے بلکہ یہ اللہ کا ہم پر فضل ہوا۔ اسی لیے جنت والے جب جنت میں پہنچیں گے تو کہیں گے:
﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ﴾ (الاعراف:43)
’’کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا، اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچا دیا ہوتا۔‘‘
اس کے ساتھ ہمیں یہ دعا کرنی چاہیے کہ: ((اللھم اجرنی من النار))
آگے فرمایا:
﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾﴾ ’’یقیناً ہم پہلے سے اس کو پکارا کرتے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی اچھا سلوک کرنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔‘‘
اسی کو پکارتے تھے، اسی کو حاجت روائی کے لیے التجا کرتے تھے، اسی کے سامنے حاجات رکھتے تھے، اسی سے جنت کا سوال کرتے تھے، اسی سے جہنم سے بچنے کا سوال کرتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
’’جوتے کا تسمہ بھی مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو، نمک بھی مانگنا ہے تو اللہ سے مانگو۔‘‘ بچوں کو کھانے پینے کا بڑا شوق ہوتا ہے بیٹا اللہ سے مانگو۔ یہ بچوں اور بڑوں دونوں کے لیے ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات دینے والی ہے۔ تو اللہ ہی کے سامنے حاجات کو رکھنا، ضروریات کو رکھنا، جنت کا سوال کرنا، جہنم سے بچنے کی التجا کرنا، گناہوں کی مغفرت مانگنا، اس سے فضل و کرم کا سوال کرنا۔

آیت کے اگلے حصے میں احسان فرمانے والا اور رحم فرمانے والا کہا گیا۔ رحیم کے بارے میں اہل علم کی رائے یہ ہے کہ، اللہ کے دو نام ساتھ ساتھ آتے ہیں رحمان اور رحیم۔ کہا گیا: رحمان الدنیا۔ دنیا میں تو اللہ کی صفت رحمان کا ظہور ہر ایک کے لیے ہو رہا ہے۔ کافر مسلم سب کو دے رہا ہے لیکن اللہ کی رحیم والی صفت کا اصل ظہور آخرت میں فرمانبرداروں کے لیے ہوگا۔ وہ رحیم جس میں دوام اور تسلسل ہوگا، اس کا کامل اظہار آخرت میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے کرم سے نوازے۔ اور ہم سب کو جہنم سے محفوظ رکھے۔

❀❀❀

## امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

**(7 تا 13 نومبر 2020ء)**

ہفتہ (07 نومبر 2020ء) کو دار الاسلام مرکز میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ ظہر سے عصر تک IONA کے امور کے حوالہ سے اجلاس ہوا جس میں نائب امیر کے علاوہ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ، ڈاکٹر عبد السمیع، اظہر بختیار خلجی اور آصف حمید نے شرکت فرمائی۔ بعد نماز عصر سے 09:00 بجے تک اظہر بختیار خلجی، خورشید انجم کے ساتھ سالانہ اجتماع اور سالانہ Planner کے حوالے سے نشست رہی، جس میں نائب امیر بھی شریک تھے۔

اتوار (08 نومبر 2020ء) کو صبح کوئٹہ روانگی ہوئی۔ کوئٹہ پریس کلب میں 11:00 بجے ’’رسول اللہ ﷺ سے ہمارا تعلق‘‘ کے حوالے سے خطاب کیا۔ شرکاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ اس کے بعد مدرسہ رشیدیہ کے مولانا حافظ حسین احمد شرودی سے ملاقات کی۔ کھانے کا اہتمام رفقاء نے کیا ہوا تھا۔ عصر سے عشاء تک حلقہ کے رفقاء سے بیعت مسنونہ اور سوال و جواب کے بعد مختصر خطاب کیا۔ نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان، انجینئر نعمان اختر اتوار کی صبح سے ساتھ تھے۔ رات امیر حلقہ بلوچستان محبوب سبحانی کے گھر پر قیام کیا۔

پیر (09 نومبر 2020ء) کی صبح سینئر رفیق تنظیم محمد راشد گنگوہی کے گھر پر ناشتے کا اہتمام تھا۔ انہوں نے اپنے پانچوں بیٹوں کو ملاقات میں شامل کر رکھا تھا۔ بعد ازاں سینئر رفیق تنظیم طارق ظہیر الدین سے ان کے گھر پر ملاقات کی۔ انہوں نے بالمشافہ بیعت بھی کی۔ اس کے بعد خان آف قلات کے پوتے سے ان کے گھر پر ملاقات کی۔ موصوف دینی مزاج رکھتے ہیں، بانی محترم کے دروس کو سنا ہے اور ان کے گھر رفیق تنظیم عبد السلام عمر کا درس قرآن بھی کچھ عرصہ ہوتا رہا ہے۔ انہوں نے قلات آنے کی بھی دعوت دی۔ اس کے بعد کراچی واپسی ہوئی۔

منگل، بدھ و جمعرات (10، 11 و 12 نومبر 2020ء) کو کراچی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔ بدھ کو معروف موبائل ایپ اسلام 360 کے زاہد چھیپا سے ملاقات کی۔ اس ایپ پر بیان القرآن بھی موجود ہے۔ انہیں خدمت قرآنی کے حوالہ سے کچھ مشورے بھی دیئے۔

جمعہ (13 نومبر 2020ء) کو جامع مسجد شادمان کراچی میں خطاب جمعہ ہوا۔ رات کو لاہور واپسی ہوئی۔ ائیر پورٹ سے مرکز تک کار کے سفر میں عطاء الرحمن عارف سے گفتگو رہی۔


**رفقاء متوجہ ہوں** ان شاء اللہ

’’مسجد جامع القرآن مین روڈ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا‘‘ میں

**امراء، نقباء و معاونین تربیتی و مشاورتی اجتماع**

04 تا 06 دسمبر 2020ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء و معاونین اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-9603045، 0300-9603577

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 78-(042)35473375

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

3

## حضورِ حق _ 1 _ (I)

دلِ ما بیدلاں بردند و رفتند
مثالِ شعلہ افسردند و رفتند
بیا یک لحظہ با عاماں در آمیز
کہ خاصاں بادہ ہا خوردند و رفتند

**ترجمہ** (دنیا میں دردِ دل رکھنے والے اور خداشناس اہل دل دن بدن کم ہوتے جارہے ہیں) بیدار دل اور زندہ خودی رکھنے والے اہلِ دل کی صحبت سے ہم نے فائدہ اُٹھایا (اے اللہ!) اب ایسے لوگ اُٹھ گئے ہم بے دل لوگوں کے دل لے گئے جو شعلہ کی طرح روشنی کررہے تھے وہ اب بجھ گئے اور دنیا سے رخصت ہوگئے (ایسے لوگ منزل کی مشکلات و موانعات و مقامات کو سمجھتے تھے) اے اللہ! اب ہم کہاں جائیں کس سے رہنمائی لیں۔ اے اللہ! اب تو خود ہی ایک لحظہ ہم جیسے 'عام' لوگوں کو ان مقامات اور اُمت مسلمہ کے مسائل میں رہنمائی دے اور پردے اٹھادے (تاکہ اس وجدانی کیفیت میں مسلمان امت کو صحیح رُخ پر ڈالا جاسکے)۔ 'خاص' لوگ جنہوں نے تیری معرفت کے جام پیئے وہ اب دنیا سے اُٹھ گئے ہیں (عصر حاضر میں امت کی رہنمائی کا میدان خالی ہے)۔

**تشریح** مسلمان صدرِ اوّل میں ایمان کے بلند درجات پر تھے پھر درجہ بدرجہ جذبہ ایمانی میں زمانہ نبوت ﷺ سے دوری کی وجہ سے کمی آتی گئی یہاں تک کہ دو صدیاں پہلے مسلمانوں کے لیے دورِ غلامی آگیا، اب غیر مسلموں کی حکمرانی میں مسلمان زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ دور آنے تک بھی مسلمانوں میں خداشناس اور اہل اللہ انسان (جن کی خودی بیدار ہو اور ایمان کے ایک معقول معیار پر ہوں) دوسرے مذاہب کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ تھے، مگر آہستہ آہستہ ایمان میں کمی آئی اور اہل دل و دردِ دل رکھنے والے مسلمان صوفی و علماء بہت کم ہوگئے ہیں۔ علامہ اقبال اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ آج سے چند عشرے پہلے تک ایسا ایمان رکھنے والے، عشق الٰہی سے سرشار لوگ نظر آتے تھے اب یہ اُٹھ گئے ہیں ایسے لوگ ہم لوگوں کا دل موہ کر لے گئے ہیں اور شمع کے شعلے کی طرح جلتے رہے روشنی کرتے رہے ایمان کی شمع روشن کیے رکھی، وقت آنے پر چلے گئے۔ اے اللہ، اب اُمت کی رہنمائی کے لیے کس کے پاس جائیں عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کو خطرات سے آگاہ کرکے اگلے دور کے لیے تیار کرنے کے لیے ہم سے جو ہوسکا ہم کررہے ہیں چار سو اندھیرا ہے۔ اے اللہ! اب تو 'خاص' اہل ایمان جو اُٹھ گئے، ان کی بجائے کوئی لمحہ ہم عاموں سے گھل مل کر ہمارے لیے آج کے حالات میں کشف و مکاشفہ وجدان والقاء کے ذریعے ہمیں غلامی سے نجات کی سبیل دکھادے۔

## حضورِ حق _ 1 _ (II)

سخن ہا رفت از بود و نبودم
من از خجلت لبِ خود کم کشودم
سجودِ زندہ مرداں می شناسی
عیارِ کارِ من گیر از سجودم!

**ترجمہ** دنیا کی تاریخ میں اب تک انسان کی ہستی اور نیستی (انسان درحقیقت وجود رکھتا بھی ہے یا نہیں) پر بہت گفتگو ہوئی ہے۔ میں نے شرمندگی کی وجہ سے اس مسئلہ پر گفتگو نہیں کی (کہ ایسی گفتگو اللہ کو پائے بغیر لاحاصل ہے) (اے اللہ! تو خود زندہ ہے اور زندوں کا خدا ہے) تو زندہ (باضمیر اور زندہ خودی والے) انسانوں کی باطنی کیفیات اور بالخصوص تیرے سامنے سجدہ ریز رہنے کی کیفیات کو پہچانتا ہے (اور مخفی نہیں ہیں) اے اللہ! تو ہمارے کام اور کارکردگی کا معیار ہمارے 'سجود' ہی کی کیفیت کو سمجھ اور اسی سے ہمیں جانچنا (کہ کون؟ کیسے؟ کیوں؟ اور کب؟ سجدہ کرتا ہے)

**تشریح** درحقیقت زندہ و بیدار خودی والا انسان ہی انسان کہلانے کا مستحق ہے 'زندہ دل' انسان ہی باضمیر اور باحیا ہوتا ہے اور اپنے خالق و مالک کو بھی پہچانتا ہے۔ باضمیر ہونا ہی انسان کا وصف ہے اور زندہ ضمیر ہونا انسان کو حیوانوں سے ممیّز کرتا ہے کہ جانوروں میں احساس نہیں پایا جاتا۔ انسان اپنی چیز اور پرائی چیز (حلال و حرام) کو پہچانتا ہے جبکہ جانور (گائے، بھینس، بکری وغیرہ) چوری کے چارے اور مالک کے کھیت کے چارے میں فرق نہیں کرتا۔ دنیا میں آنے پر 'ضمیر' تو ہر انسان کو ملتا ہے مگر بے شمار لوگ بڑے ہوکر اپنے ضمیر کو مردہ کرلیتے ہیں اور جان بوجھ کر ضمیر کی آواز کو دبا کر اس کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور حرام کام اور کرپشن شروع کردیتے ہیں۔ دنیا میں حق پرستی (بالخصوص آج کے مغربی سیکولر اور لبرل نظریات کے فروغ کے دجالی دور میں) کم ہوتی جارہی ہے نتیجتاً باضمیر لوگ خال خال نظر آتے ہیں۔ اے اللہ! تو ہمارے ظاہری صورت حال پر نہ جا، تسبیح و مصلّٰی و عربی لباس پر نہ جا، تو دلوں کا حال اور ہمارے باطنی احساسات و وساوس تک سے باخبر ہے لہٰذا ہم انسانوں کے سجود کی کیفیات ★ کو ہماری خودی کی بیداری اور 'دل کے نور' کا پیمانہ بناکر دیکھنا۔ علامہ اقبال ہی نے اُردو کلام میں فرمایا ہے ؎

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب — آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

★ ((أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ)) (رواہ مسلم)
''سجدے میں انسان اپنے رب کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے''

**تاریخ ہمیشہ جغرافیہ پر اثر انداز ہوتی ہے، حالات بدلے ہیں اور ان کے بدلنے میں گلگت بلتستان کی اہمیت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ ایوب بیگ مرزا**

**موجودہ دور میں چین کے لیے گلگت بلتستان کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ چین کا سی پیک اور بی آر آئی منصوبہ کے لیے پاکستان کا واحد زمینی راستہ شاہراہ قراقرم کے ذریعے جڑتا ہے جو گلگت بلتستان میں ہے۔ رضاء الحق**

میزبان: وسیم احمد

## "صوبہ گلگت بلتستان اور بھارتی تشویش" کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

**سوال:** پاکستان کے گلگت بلتستان صوبہ بنانے کے فیصلے پر انڈیا کیوں upset ہے؟

**رضاء الحق:** پاکستان نے یکم نومبر 2020ء کو گلگت بلتستان کو قانونی طور پر اپنا عبوری صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ یکم نومبر 1948ء کو ڈوگرہ راج کے خاتمے پر گلگت بلتستان کے عوام نے علیحدگی کا اعلان کرتے ہوئے پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کا اعلان کیا تھا اور واضح کر دیا تھا کہ ہمیں کشمیر کے ساتھ ڈیل نہ کیا جائے، کیونکہ ہم پاکستان کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں۔ اصل میں گلگت بلتستان کے علاقے کے ساتھ مختلف طاقتوں کے مفادات وابستہ ہیں کچھ کے ڈائریکٹ مفادات ہیں اور کچھ کے اِن ڈائریکٹ ہیں۔ ڈائریکٹ مفادات والے ممالک میں چین، پاکستان اور انڈیا شامل ہیں جبکہ اِن ڈائریکٹ مفاد روس، یو ایس اے اور سنٹرل ایشین کچھ ریاستوں کا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے 1860ء میں اس علاقے کے اندر ایک بڑا نام مشہور ہوا تھا: ''دی گریٹ گیم'' اُس وقت تاج برطانیہ اور سوویت یونین کا اس علاقے میں ایک تجارتی راستہ (سلک روٹ) تھا جس کے اوپر ان کا آپس میں ایک مقابلہ تھا لیکن چونکہ تاج برطانیہ ایک بڑی طاقت تھی تو انہوں نے اس کے اوپر ایک اثر و رسوخ حاصل کر لیا۔

موجودہ دور میں چین کے لیے گلگت بلتستان کی بہت زیادہ اہمیت ہے کیونکہ چین کا سی پیک اور بی آر آئی منصوبہ کے لیے پاکستان کا واحد زمینی راستہ شاہراہ قراقرم کے ذریعے جڑتا ہے جو گلگت بلتستان میں ہے۔ یعنی چین کا سی پیک کا روٹ جو کاشغر سے چلتا ہوا گلگت بلتستان سے گزر کر گوادر سے ہوتا ہوا بحیرہ عرب تک جاتا ہے دوسری طرف انڈیا کے کچھ اپنے مفادات ہیں کیونکہ اگر انڈیا افغانستان سے رابطہ چاہتا ہے تو یہی علاقہ اس کو رابطہ دے سکتا ہے۔ ورنہ چاہ بہار اور دوسرے علاقوں سے اس نے کوشش کی لیکن کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔

**مرتب: محمد رفیق چودھری**

پھر چونکہ آگے سنٹرل ایشیا منرل رچ ایریا ہے تو یہ ایک سنٹرل علاقہ ہے جہاں سے یہ سارے روٹس گزرتے ہیں۔ لہٰذا انڈیا نے کچھ عرصہ پہلے مقبوضہ کشمیر پر 370 اور 35A کو ختم کر کے ایک ناجائز قبضہ کیا اور اس کے ساتھ ہی اب وہ بلتستان پر قبضہ کا پروگرام بنا رہا تھا۔ لیکن لداخ کا علاقہ چین کے لیے بہت اہم تھا چنانچہ چین نے لداخ کے معاملے میں ایکشن لیا اور انڈیا سے بہت سارا علاقہ خالی بھی کروا لیا۔ کچھ تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ چین نے ہی پاکستان کو کہا کہ وہ گلگت بلتستان کو ایک صوبے کے طور پر اپنا آئینی حصہ بنائے۔ پھر امریکہ اس خطے سے آؤٹ ہو رہا ہے۔ فارن افیئرز میگزین نے 1958ء میں ایک مضمون چھاپا ہے جس میں کہا گیا کہ:

"...With the extension of the mutual frontiers of the Soviet Union and China, now in friendship and ideological alliance, a new center of gravity likely to influence strongly the balance of the world has developed in Central Asia. Both Britain and the United States are intensely concerned with the decisive area but neither has now any direct access to it".

یعنی برطانیہ اور امریکہ اس علاقے تک براہ راست رسائی حاصل کریں جواب تک ان کے پاس نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ انڈیا کو اس خطے میں آگے لانے کی کوشش کر رہا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ افغانستان سے امریکہ کو نکال باہر کیا جا رہا ہے لیکن وہ اپنے بیسز اس علاقے میں بنانا چاہ رہا ہے۔ انڈیا کیوں واویلا مچا رہا ہے؟ جب پاکستان نے گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے کا اعلان کیا تو انڈیا نے اس پر ردعمل دیتے ہوئے کہا کہ گلگت بلتستان تاریخی طور پر بڑا اہم ہے، وہ ایکسز آف ایشیا ہے کیونکہ ایک زمانے میں وہاں پر تین بڑی بڑی طاقتیں رہ چکی ہیں۔ پرانے زمانے میں انڈین ایمپائر، سوویت یونین اور تاج برطانیہ کا وہاں پر access تھا اور اس کے ذریعے وہ تجارتی اور سٹریٹیجک روٹس حاصل کرتے تھے۔ تو انڈیا واویلہ مچا رہا ہے کہ یہ علاقہ ہمارے ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے۔ پھر امریکہ کا انڈیا کے ساتھ تعلق اسی خطے کی وجہ سے ہے کیونکہ امریکہ سی پیک کو روکنا چاہتا ہے اور انڈیا اگر سی پیک کو روکنے میں ناکام ہوتا ہے (اس کے لیے انڈیا کے پاس اگر گلگت بلتستان ہوگا تو روک سکتا ہے) تو امریکہ کے لیے انڈیا کی کوئی اہمیت نہیں۔

**سوال:** حکومت پاکستان کا گلگت بلتستان کو پانچواں صوبہ بنانے کے اعلان پر آپ کی کیا رائے ہے؟

**بریگیڈئیر (ر) نادر میر:** کشمیر اور شمالی علاقہ جات تمام پاکستان کا حصہ ہیں اور کشمیر پر انڈیا نے قبضہ کیا ہوا ہے اس لیے وہ ابھی مکمل پاکستان کا حصہ نہیں بنا ہے اور پاکستان کو اسے حاصل کرنا چاہیے۔ جہاں تک گلگت بلتستان کا تعلق ہے تو ہمارے چار صوبے ہیں اور اب اس پانچویں صوبے کے لیے کام ہو رہا ہے۔ تاریخی طور پر دیکھیں تو تقسیم ہند کے موقع پر گلگت بلتستان کے ملحقہ علاقے گورداسپور اور پٹھانکوٹ جو پاکستان کو ملنے چاہیے تھے لیکن زبردستی وہ بھارت کو دیے گئے۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے اور یہ پاکستان کے لیے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ تو یہ علاقہ پاکستان کا ایک صوبہ ہے، اس میں کوئی dispute نہیں ہے بلکہ دوسرے علاقوں میں بھی dispute نہیں ہیں وہ تو ہم نے غلط انداز میں stance لیا ہوا ہے کہ بھارت ہم سے بات کرے۔ ہمیں ایک مضبوط موقف اختیار کرنا چاہیے کہ کشمیر اور گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ ہیں جیسے پاکستان کے دوسرے صوبے ہیں۔

**سوال:** کیا انڈیا پاکستان پر کوئی محدود جنگ یا سرجیکل سٹرائیک کی حمایت کر سکتا ہے؟

**بریگیڈئیر (ر) نادر میر:** بھارت تو قیام پاکستان کے وقت سے اپ سیٹ ہے۔ وہ تو چاہتا ہی نہیں تھا کہ پاکستان بنے۔ وہ پاکستان کا استحکام چاہتا نہیں ہے کیونکہ وہ پاکستان کا ازلی دشمن ہے۔ گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر پاکستان کے ساتھ ملحق ہیں پچھلے سال اس نے جموں وکشمیر کو آئینی تحفظ دینے کی کوشش کی اس کے بعد وہ گلگت اور آزاد کشمیر پر حملہ کی تیاری میں تھا۔ اس سال جون میں اسی علاقے کے بالکل ساتھ لداخ پر بھارت نے قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن چین نے اس کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا جیسے 1962ء میں پہلے بھی اس کی درگت بنی تھی۔ بھارت چاہتا ہے کہ کسی طریقے سے وہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان پر حملہ کرے اور قبضہ کرے تاکہ پاکستان کے کشمیر کے ساتھ تعلق کو روکا جائے۔ ظاہر ہے وہ دشمن ہے اور وہ کوشش تو کرے گا۔ اور دوسرا یہ کہ انڈیا چاہتا ہے کشمیر اور ایل او سی جنگ کا علاقہ ہے وہاں کی جنگ کو آگے لا کے آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان میں شامل کیا جائے۔ دوسری طرف اس علاقے میں چین اس کے سر پر ہے اور پاکستان اس کے مغرب میں ہے۔ انڈیا اگر ایسی کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کے لیے دو محاذ کھل جائیں گے یعنی چین سے اور پاکستان سے لڑے گا اور ظاہر ہے شکست کھائے گا۔

**سوال:** کیا گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے سے جدوجہد آزادی کشمیر متاثر ہوگی؟

**بریگیڈئیر (ر) نادر میر:** ہمارے کچھ لوگ اسی غلط فہمی میں ہیں کہ شاید بھارت سے کوئی بات کرنے کا اور طریقہ ہے۔ بھارت سے بات کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ ہماری پالیسی یہ ہونی چاہیے کہ ہم گلگت بلتستان اور آزاد کشمیر کو پاکستان کا حصہ بنائیں۔ اور پھر جموں وکشمیر کو اپنا حصہ بنائیں اور موقف اختیار کریں کہ اس پر بھارت کا قبضہ ہے اور ہم واپس لیں گے۔ مثال کے طور پر بھارت نے کشمیر پر 70 سال سے قبضہ کیا ہوا ہے لیکن پچھلے سال اس نے کشمیر کا اسپیشل سٹیٹس ختم کر دیا تو جس طرح چین نے تائیوان پر اپنا دعویٰ کیا ہوا ہے جب اس کو طاقت اور موقع ملے گا تو وہ لے لے گا۔ اگر کل چین اور بھارت کی لڑائی ہوتی ہے تو ہمیں اس لڑائی کا فائدہ اٹھانا چاہیے اور جموں وکشمیر کو بھارت سے واپس لیں۔

> ہمیں ایک مضبوط موقف اختیار کرنا چاہیے کہ کشمیر اور گلگت بلتستان پاکستان کا حصہ ہیں جیسے پاکستان کے دوسرے صوبے ہیں۔

**سوال:** کچھ لوگوں کی رائے ہے کہ گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے سے پاکستان کا کشمیر پر موقف کمزور ہوگا اور تحریک آزادی کشمیر متاثر ہوگی۔ کیا آپ اس رائے سے اتفاق کرتے ہیں؟

**ایوب بیگ مرزا:** جو لوگ یہ بات کہہ رہے ہیں وہ اس خطے کی تاریخ سے ناواقف ہیں۔ جب تقسیم ہند ہوا تو اسی وقت گلگت کے اسکاؤٹس نے ڈوگرہ راج سے باقاعدہ جنگ کر کے ڈوگرہ راج کا خاتمہ کیا۔ چنانچہ وہاں کے فوجی افسر میجر براؤن نے باقاعدہ پاکستان سے رابطہ کیا اور کہا کہ یہاں کے لوگ پاکستان سے الحاق چاہتے ہیں۔ پھر پاکستان سے ایک ڈپٹی کمشنر لیول کے آفیسر وہاں گئے اور وہاں کی صورت حال کو دیکھ کر یہ فیصلہ ہوا کہ گلگت بلتستان کا الحاق پاکستان کے دوسرے صوبوں کی طرح ہوگا۔ لیکن بعد میں ہماری حکومتوں کی نالائقی ہے کہ انہوں نے اس کیس کو آگے بڑھا کر یو این او سے اس چیز کی منظوری حاصل نہیں کی۔ اور یو این او کو یہ بتایا نہیں کہ گلگت بلتستان والوں نے پاکستان سے الحاق کر لیا ہے اور ان کا کشمیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور کشمیر کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ بہرحال پھر وزیر امور کشمیر مشتاق احمد گورمانی نے وہاں کا دورہ کیا اور پھر ایک معاہدہ ہوا جسے معاہدہ کراچی کہا جاتا ہے جس کے مطابق گلگت پاکستان کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ لیکن پھر وہی نااہلی کا معاملہ ہوا کہ اس کو قانونی شکل نہیں دی گئی، اس کو یو این او کو رجسٹر نہیں کرایا گیا۔ انڈیا یہی تاثر دیتا رہا کہ یہ کشمیر کا باقاعدہ حصہ ہے۔ لہٰذا گلگت بلتستان میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا کشمیر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پاکستان نے کئی سال تک معاہدہ کراچی کو لیک ہی نہیں کیا۔ یہ 1990ء میں بات سامنے آئی کہ پاکستان نے معاہدہ کراچی کیا ہوا ہے۔ بہرحال یہ تمام حقائق ہیں اگر گلگت بلتستان کو پاکستان اپنا صوبہ بنا لیتا ہے تو اس پر کشمیر کی آزادی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ اس کو پہلے صوبے کا درجہ دے دیا جاتا تو یہ یقیناً بہت بہتر تھا۔

**سوال:** کیا سی پیک منصوبوں کو آئینی تحفظ دینے کے لیے گلگت صوبے کو آفیشل سٹیٹس دیا جا رہا ہے؟

**رضاء الحق:** پاکستان کا معاملہ عام طور پر یہ آتا ہے کہ جب ہم سی پیک کے حوالے سے دیکھتے ہیں تو کچھ ایسے پریشرز ہیں، چاہے وہ اقوام متحدہ کی قرار دادیں ہوں پاکستان کے لیے سی پیک ایک لائف لائن ہے۔ انڈیا اکثر جموں وکشمیر اور آزاد کشمیر کے حوالے سے پاکستان کو تنگ کرتا رہا ہے۔ لیکن حالیہ ادوار میں جب سے امریکہ نے اس پر پریشر ڈالنا شروع کیا اور بی جے پی نے اپنے عزائم دکھانے شروع کیے۔ کیونکہ انڈیا سی پیک کے خلاف تو ہے۔ وہ تو اس علاقے میں چودھراہٹ قائم رکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ انڈیا نے پھر گلگت بلتستان کے معاملے میں مداخلت شروع کر دی اور پہلے بیانات دیے گئے اور پھر وہاں کارروائیاں کرنے کے حوالے سے مختلف پلاننگ بھی شروع کر دی۔ اب بھاشا ڈیم کے اوپر انڈیا نے سخت موقف کیا ہوا ہے حالانکہ اس کا انڈیا سے کوئی لینا دینا نہیں۔ لیکن ہماری حکومت کی طرف سے کوئی جارحانہ پالیسی نہیں

اپنائی جاتی۔ لیکن چین نے پاکستان کو یہ مشورہ دیا ہے کہ تم گلگت بلتستان کو اپنا صوبہ بناؤ تا کہ وہ پاکستان کا آئینی حصہ بن جائے گا۔ اس میں پاکستان کے لیے معاشی فائدے بھی ہیں، جغرافیائی فائدے بھی ہیں۔ پھر ساتھ ساتھ مستقبل میں جو بلاکس بنتے جا رہے ہیں اس میں صاف نظر آ رہا ہے کہ ایک طرف پاکستان اور چین کا بلاک ہے جس میں سنٹرل ایشیا کے ممالک اور روس بھی شامل ہے۔ دوسری طرف امریکہ اور انڈیا کا ایک بلاک بنتا جا رہا ہے اور یہ سی پیک کے خلاف ہے اور اس میں انڈیا کو چین کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ پومپیو سے پہلے امریکہ کے وزیر خارجہ جم میٹس نے یہ بیان دیا تھا کہ چین کو روکنے کے لیے گلگت بلتستان میں ہماری پراکسی کی ضرورت ہے۔ پھر ایلس ویلز بھی بار بار بیان دیتی تھی کہ چین سی پیک کے ذریعے دنیا کے ممالک کو غلام بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اسی طرح کارنیگی انٹرنیشنل تھنک ٹینک نے حالیہ رپورٹ میں کہا ہے:

"For China, CPEC remains both a closely watched test case for the export of China's development model and a prestige project for Xi".

بہرحال امریکہ کی نظریں یہاں لگی ہوئی ہیں اور وہ سی پیک کی آڑ میں اپنے پنجے یہاں گاڑ سکتا ہے۔ پاکستان کے لیے سی پیک اہمیت رکھتا ہے لیکن اس کے لیے گلگت بلتستان کے عوام کی بھی اتنی اہمیت ہونی چاہیے۔

**ایوب بیگ مرزا:** تاریخ ہمیشہ جغرافیہ پر اثر انداز ہوتی ہے، حالات بدلے ہیں اور ان کے بدلنے میں گلگت بلتستان کی اہمیت کو بہت بڑھا دیا ہے۔ اس لیے کہ چین جو اس کی زندگی اور موت کا مسئلہ بنا ہوا ہے، اگر گلگت بلتستان پر کسی کا قبضہ ہو جاتا ہے اور پاکستان کی گرفت کمزور ہو جاتی ہے تو چین اپنے گھر سے باہر کیسے نکل سکے گا۔ تو چین کو معلوم تھا کہ انڈیا اس علاقے میں مداخلت کر سکتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ پچھلے دنوں میں انڈین آرمی کی اس علاقے میں بہت سرگرمیاں رہی ہیں اور ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ گلگت بلتستان پر حملہ کرنے والا ہے اگر انڈیا یہاں حملہ کر کے قبضہ کر لیتا تو چین کے ایک حصہ (سی پیک والا) پر اس کا گھیراؤ ہو گیا لہٰذا چین اور پاکستان نے اس معاملے کو بہت سیریس لیا۔ چنانچہ چین نے آگے بڑھ کر لداخ میں انڈیا کے بہت سے علاقے پر قبضہ کر لیا جس کی وجہ سے انڈیا کو اپنی پڑ گئی اور گلگت بلتستان کا مسئلہ وہی رہ گیا اور انڈیا بیک فٹ پر چلا گیا۔ لیکن یہ ہمیشہ کے لیے حل نہیں ہوا۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ گلگت بلتستان کو باقاعدہ پاکستان کا حصہ بنایا جائے۔ اس کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ جب 1965ء میں پاکستان نے کشمیر پر حملہ کیا تھا تو انڈیا نے جواب میں لاہور پر حملہ کر لیا تھا۔ اس وقت پاکستان کا موقف یہ تھا کہ ہم نے ایک متنازعہ علاقے پر حملہ کیا ہے لیکن انڈیا نے تو ہمارے انٹرنیشنل بارڈر پر حملہ کیا جو عالمی قوانین کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ اسی طرح اگر ہم نے اس علاقے کو آئینی طور پر اپنا حصہ نہ بنایا تو انڈیا اس پر حملہ کر کے کہہ سکتا ہے کہ یہ تو متنازع علاقہ ہے لہٰذا میرا اس پر حملہ کرنا حق ہے۔

**سوال:** گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے کا اعلان کہیں کوئی الیکشن سٹنٹ تو نہیں۔ کیونکہ موجودہ حکومت نے اقتدار میں آنے سے پہلے الیکشن مہم کے دوران جنوبی پنجاب بنانے کا وعدہ کیا تھا لیکن ابھی تک اس پر عمل درآمد نہیں کروا سکی؟

**ایوب بیگ مرزا:** جنوبی پنجاب کا صوبہ اور گلگت بلتستان کے صوبے کا معاملہ بالکل مختلف ہیں۔ پنجاب کا ایک صوبہ پہلے سے موجود ہے جس میں سے اس کا ایک حصہ توڑ کر دوسرا صوبہ بنایا جائے گا۔ جبکہ دوسری طرف گلگت بلتستان ابھی تک کوئی صوبہ نہیں ہے اس کو صوبہ کا درجہ دینا ہے۔ جنوبی پنجاب کا صوبہ بنانے کے لیے قومی اسمبلی میں بھی دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہے اور پنجاب اسمبلی میں بھی دو تہائی اکثریت کی ضرورت ہے جو اس حکومت کے پاس نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ موجودہ حکومت کے پاس زیادہ قوت جنوبی پنجاب ہی سے ہے اگر وہ جنوبی پنجاب کو الگ کر دیتے ہیں تو موجودہ پنجاب کے حصے میں ان کی حکومت کمزور ہو جائے گی جس کا اثر مرکز پر بھی پڑے گا لہٰذا وہ ایسا کام کیوں کریں گے جس سے ان کو کمزوری کا خدشہ ہو۔ پھر جنوبی پنجاب کے صوبے کے لیے کوششیں اس لیے نہیں ہو سکیں کیونکہ موجودہ حکومت اور اپوزیشن کے درمیان تعلقات آغاز سے ہی کشیدہ ہیں، کسی بھی معاملے میں دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون نہیں کیا ماسوائے جس معاملے میں عسکری قیادت نے کوئی دخل دیا ہو۔ تو دو تہائی اکثریت کے بغیر نیا صوبہ نہیں بن سکتا۔ لیکن یہ دو تہائی اکثریت گلگت بلتستان کو صوبہ بنانے کے لیے ضروری نہیں ہوگی کیونکہ یہ ایک انتظامی اعلان ہو جائے گا۔ اور یہ صوبہ جلد از جلد بن جانا چاہیے کیونکہ عسکری طور پر بھی اس کی بڑی شدید ضرورت ہے۔ اگر انڈیا کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کو ریاست کے خلاف ایکشن سمجھا جائے گا۔

**سوال:** اگر کسی علاقہ کو صوبہ بنانے میں تمام اختیارات مل جاتے ہیں تو آج بلوچستان محرومیوں کی داستان کیوں پیش کر رہا ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** پوری دنیا میں اور بالخصوص پاکستان میں سیاستدان اپنے مفادات کے مطابق چلتے ہیں۔ یعنی سیاستدان وہاں کام کرتے ہیں جہاں ان کو مفاد حاصل ہو۔ بلوچستان کی 11 سیٹیں ہیں، پنجاب کی 141 سیٹیں ہیں اگر یہ نسبت و تناسب ہوگا تو کون بلوچستان جائے گا، کون وہاں محنت کرے اور کون وہاں کے لیے فنڈ دے گا۔ چونکہ سیاستدانوں کے مفادات نہیں ہوتے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بلوچستان پاکستان بننے کے بعد صوبہ بنا تھا۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہاں ایک قبائلی نظام ہے اور قبائل کے سردار ہیں جو بلوچستان کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ انہیں پتا ہے کہ اگر بلوچستان میں تعلیم عام ہو گئی، ترقی ہو گئی اور لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو گیا تو پھر لوگ ہمارے غلام نہیں رہیں گے۔ اسی طرح کا معاملہ گلگت بلتستان کا بھی ہوگا۔ البتہ اس علاقے کی جغرافیائی اہمیت کی وجہ سے عسکری اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ عسکری لحاظ سے بلوچستان کی بھی اہمیت ہے لیکن وہ رقبے کے لحاظ سے بہت بڑا علاقہ ہے۔ لیکن گلگت کا علاقہ چھوٹا ہے یہاں کام کرنا نسبتاً آسان ہوگا اور یہاں سپر پاور کے بھی مفادات ہیں تو شاید کچھ بہتری آجائے۔

❀❀❀

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

# ’’ابلیس کی مجلسِ شوریٰ‘‘ اور حالاتِ حاضرہ

## (آخری قسط)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

مطلب یہ کہ زمین خدا کی ملکیت ہے۔ مسئلہ ملکیت زمین کے ضمن میں اسلام کا اصول ہے کہ جو زمین بنجر پڑی ہے وہ اس شخص کی ہے جو اس کو قابلِ کاشت بنائے۔ ایسا شخص اس کا مالک ہے‘ اور اگر کوئی شخص کسی زمین کو تین سال تک کاشت نہیں کرتا تو اس کی ملکیت کا دعویٰ ختم ہو جائے گا۔

ابلیس اور اس کی ذریت کے لیے یہ امر بھی موجب اطمینان ہے کہ خود مسلمانوں کو ہی آئینِ پیغمبری پر صحیح معنوں میں یقین اور ایمان نہیں۔ انہیں پروا نہیں کہ اسلام کا بھی اپنا کوئی نظامِ عدلِ اجتماعی یا نظامِ خلافت ہے۔ اور اسی بے یقینی کا مظہر ہے کہ ہمارے اکثر پڑھے لکھے لوگ اور دانشور بلکہ عام لوگ بھی کہتے پھرتے ہیں کہ سود کے بغیر ہمارا نظام چل ہی نہیں سکتا۔ اسی طرح عورت کو معیشت کی گاڑی میں نہ جوتا گیا تو ہم ترقی نہیں کر سکیں گے۔ پردہ تو زمانۂ جاہلیت کی علامت ہے اور یہ ترقی کے راستے کی رکاوٹ ہے۔ مخلوط معاشرت کے بغیر گھٹن کا ماحول ہے اور اگر سیکولر مغربی جمہوریت اور سرمایہ دارانہ نظام کو اختیار نہ کیا گیا تو ہم پتھر کے زمانے میں پہنچ جائیں گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

ہے یہی بہتر الٰہیات میں اُلجھا رہے
یہ کتاب اللہ کی تاویلات میں اُلجھا رہے

ابلیس اور اُس کی ذریت کی یہ خواہش ہے کہ مسلمان صرف کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم کی تاویلات اور اس کی لفظی بحثوں میں اُلجھا رہے اور اُن کی نظروں سے قرآن کا آفاقی اور انقلابی پیغام پوشیدہ ہی رہے۔ موجودہ حالات میں آپ اُمتِ محمدیہ ﷺ کا جائزہ لے لیں کہ روزانہ مساجد اور گھروں میں قرآن کی تلاوت کس قدر زور و شور سے ہو رہی ہے۔ مساجد اور مدارسِ دینیہ میں قرآن کانفرنسوں کا اہتمام ہوتا ہے۔ قرآن کی اشاعت وطباعت کس قدر شاندار ہوتی ہے۔ سونے کے تاروں سے لکھے گئے قرآن پاک کے نسخے دنیا میں موجود ہیں۔ حج کے موقع پر حجاج کرام کو سعودی حکومت مقامی زبانوں کے تراجم والے قرآن کے نسخے ہدیہ کرتی ہے۔ اس سب کے باوجود کتنے لوگ ہیں جو قرآن کے انقلابی پیغام کو سمجھ کر اُس کی اشاعت وتبلیغ اور اُس کے قیام کے لیے تن من دھن لگا رہے ہیں؟ ہم تو قرآن کا صرف یہی مصرف سمجھتے ہیں کہ اُسے برکت کے لیے بہترین ریشمی غلاف چڑھا کر گھر میں کسی اونچی جگہ پر رکھ دیا جائے‘ بچی کی رخصتی کے وقت اُسے اس کے نیچے سے گزار دیا جائے اور اسے عدالتوں میں قسم اُٹھانے کے لیے استعمال کیا جائے۔ قرآن تو کتابِ ہدایت ہے‘ کتابِ انقلاب ہے‘ مگر اسے محض ایصالِ ثواب کا ذریعہ اور فال نکالنے والی کتاب بنا دیا گیا ہے۔ ہمارے نزدیک قرآن کی بس یہی غرض وغایت رہ گئی ہے۔

توڑ ڈالیں جس کی تکبیریں طلسمِ شش جہات
ہو نہ روشن اُس خدا اندیش کی تاریک رات!

ابلیس کہتا ہے کہ اس بات کا خاص خیال رکھو کہ خدا کے تصور کو روکنے والے مردِ مسلمان کی تاریک راتیں کہیں روشن نہ ہو جائیں اور دنیا میں کہیں توحید‘ مساواتِ انسانی‘ حریت وآزادی اور انسانیت کے مسائل کا حل پیش کرنے والا نظام دوبارہ نہ آ جائے۔ پھر یہ جہاں نورِ توحید سے منور نہ ہو جائے اور مردِ مسلماں کی تکبیروں سے ہمارا شش جہتی (six dimensional) جادو بکھر کر نہ رہ جائے۔

اقبال نے ابلیس کی زبان میں مسلمانوں کو اُلجھانے کے لیے جن مسائل کا تذکرہ کیا ہے وہ خالصتاً ان کے اپنے زمانے کے مسائل ہیں۔ وہ مسائل اُس دور میں جھوٹی نبوت کے مدعی اور کاذب مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کے پیروکاروں نے بہت شدومد کے ساتھ کھڑے کیے تھے۔

اب وہ مسائل ملاحظہ فرمائیں: ؎

ابنِ مریم مر گیا یا زندۂ جاوید ہے؟
ہیں صفاتِ ذاتِ حق‘ حق سے جدا یا عینِ ذات؟

قادیانی جماعت کی جانب سے ایک فتنہ یہ بھی اُٹھایا گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ نہیں اُٹھائے گئے‘ بلکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی نے خود یہ دعویٰ کر دیا کہ جس مسیح کے دوبارہ نزول کی خبریں ہیں وہ میں ہوں (نعوذ باللہ!)۔ اس کے مقابلے میں ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اور قربِ قیامت میں وہ واپس آئیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ مل کر کفر کی طاقتوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لیں گے اور نبی اکرم ﷺ کی نبوت و رسالت کا انکار کرنے والی قومِ یہود کا قلع قمع کر دیں گے۔

دوسرے مصرع کے مسائل کا تذکرہ اس سے قبل ہو چکا ہے۔

آنے والے سے مسیحِ ناصری مقصود ہے
یا مجدد‘ جس میں ہوں فرزندِ مریم کے صفات؟

اب جو دنیا میں واپس آئے گا وہ مسیح ناصری ہوگا یا مجدد ہوگا جس میں فرزندِ مریم کی صفات ہوں گی؟ یہ سارے مسائل مرزا غلام احمد قادیانی نے قادیانیت کے فتنے کو پھیلانے اور اس اُمت کو نقصان پہنچانے کے لیے اُٹھائے تھے۔ اُس زمانے میں قادیانیت کو بہت فروغ بھی حاصل ہوا۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اس فتنے کی نذر ہو گئے۔ پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی تھا اور پاکستان کی جانب سے پہلا اور واحد نوبل انعام پانے والا سائنس دان ڈاکٹر عبدالسلام بھی قادیانی تھا۔ آغاز میں خاص طور پر پنجاب میں قادیانیت کو بہت فروغ حاصل ہوا اور اس کی وجہ شاید وہ پنجابی نفسیات ہے جس کا ذکر اقبال نے ’’ضربِ کلیم‘‘ میں ’’پنجابی مسلمان‘‘ کے عنوان سے لکھے گئے اشعار میں کیا ہے کہ: ؎

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد

قادیانی فتنے کا سربراہ مرزا غلام احمد آریاؤں اور ہندوؤں سے مناظروں کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کر چکا تھا۔ چنانچہ شروع میں اقبال نے اس کی تعریف کر دی‘ مگر بعد میں جب حقیقت معلوم ہوئی تو آپ نے اس کی تکفیر کی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ پہلے قادیانیت سے متاثر ہوئے اور بعد میں اس کے مخالف ہو گئے؟ تو علامہ اقبال نے جواب میں فرمایا: Only stones do not change (صرف پتھر ہیں جو تبدیل نہیں ہوتے۔)

ہیں کلام اللہ کے الفاظ حادث یا قدیم
اُمتِ مرحوم کی ہے کس عقیدے میں نجات؟

کیا مسلماں کے لیے کافی نہیں اس دور میں
یہ الٰہیات کے ترشے ہوئے لات و منات؟

درج بالا اشعار میں ایک قدیم مسئلہ کا تذکرہ ہے اور یہ مسئلہ عباسی دورِ خلافت میں شروع ہوا تھا کہ قرآن حکیم مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ اور اس کے الفاظ قدیم ہیں یا حادث؟ عباسی خلافت میں قرآن کو جب مخلوق قرار دیا گیا تو اُس وقت کے مردِ مجاہد امام احمد بن حنبل ؒ اس مسئلہ کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے اور اُس دور کی ''روشن خیالی'' کے خلاف اعلانِ بغاوت کرنے کی پاداش میں انہیں بے شمار مشکلات اور مصائب برداشت کرنا پڑے۔ اب بھی ابلیس کی یہ کوشش ہے کہ مسلمان اس کتاب کے فلسفیانہ مسائل میں الجھا رہے' تا کہ عمل کی طرف نہ آ سکے۔

تم اسے بیگانہ رکھو عالمِ کردار سے
تا بساطِ زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات!
خیر اسی میں ہے' قیامت تک رہے مؤمن غلام
چھوڑ کر اوروں کی خاطر یہ جہانِ بے ثبات

آج دنیا میں مسلمانوں کی کیا حیثیت ہے؟ کثیر تعداد' بے شمار ممالک کے ہونے اور مالی و معدنی وسائل کی فراوانی کے باوجود اقوامِ عالم میں ہماری کوئی وقعت اور حیثیت نہیں ہے۔ جی سیون یا جی ایٹ ہو یا اقوامِ متحدہ' کسی بھی عالمی ادارے میں ہماری رائے کی کوئی اہمیت نہیں۔ موجودہ دور میں غلامی کی جو شکل آئی ہے' وہ ماضی کے دورِ غلامی سے بھی بدتر ہے۔ یہ ابلیسی نظام کی غلامی ہے' اور ابلیسیت کے ہتھیار آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک ہیں۔ ہماری حکومتیں قرضوں کے ملنے پر عوام کو یہ طفل تسلیاں دیتی ہیں کہ اب خوشحالی آئے گی' حالانکہ یہ بات وہ خود بھی جانتی ہیں کہ وہ بدحالی کی بدترین صورت پر خوشحالی کی ملمع کاری کر رہی ہیں۔ اور فی الحقیقت عالمی سودی مہاجن پوری قوم کا خون نچوڑ کر لے جا رہے ہیں۔

ہے وہی شعر و تصوف اس کے حق میں خوب تر
جو چھپا دے اس کی آنکھوں سے تماشائے حیات!
ہر نفس ڈرتا ہوں اِس اُمت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات!
مست رکھو ذکر و فکرِ صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاجِ خانقاہی میں اسے!

ان اشعار میں اقبال نے ملت اسلامیہ کی بہترین نقشہ کشی کی ہے۔ افرادِ اُمت شعر وشاعری اور تصوف کے ایسے تصور میں مگن ہیں جو بے عملی کی تعلیم دیتا ہے' جو معاشرے کی اصلاح سے بے پروائی اور غفلت پیدا کرتا ہے' حالانکہ یہ وہ رویہ ہے جس کی حدیث قدسی میں شدید مذمت فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جا کر فلاں بستی کو اُس کے مکینوں سمیت اُلٹ دو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اے اللہ! وہاں تو تیرا ایک ایسا بندہ بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے تک کا عرصہ بھی تیری معصیت میں نہیں گزارا۔ اس پر باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: بستی کو پہلے اس بدبخت پر الٹو بعد میں دوسروں پر' کیونکہ اس کا چہرہ کبھی میری حمیت میں متغیر نہیں ہوا۔ میرے احکامات ٹوٹنے کی وجہ سے کبھی غیرتِ ایمانی سے اس کے ماتھے پر شکن نہیں پڑی۔ آج اُمت کی عظیم اکثریت کا حال یہ ہے کہ خدا کے احکامات اس کی آنکھوں کے سامنے توڑے جاتے ہیں' سنتوں کا تمسخر اڑایا جاتا ہے' قرآن کے الفاظ کو من پسند معنی پہنائے جاتے ہیں' شعائر اللہ کو مذاق بنا دیا گیا ہے' مگر اس پر کہیں بھی بے چینی اور بے قراری نہیں' اس کے خلاف جدوجہد نہیں ہو رہی۔ ہاں چلّے لگائے جا رہے ہیں' مراقبے ہو رہے ہیں' تصوف کی منازل طے کی جا رہی ہیں' تقرب بالنوافل کا اہتمام ہو رہا ہے۔ دنیا کس ڈھنگ سے چل رہی ہے' اس سے کوئی غرض نہیں۔ بے حیائی' فحاشی اور عریانی پھیل رہی ہے' کوئی پروا نہیں۔ بسنت میلے اور واہیات مخلوط میراتھن ریسز ہو رہی ہیں' مگر اللہ ہُو اللہ ہو کی ضربیں لگ رہی ہیں' جبکہ اللہ کو تو وہ مردِ مسلمان درکار ہیں جو حمیتِ دینی سے سرشار ہوں' جو اللہ کے لیے جینے اور اللہ کی خاطر مرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ اقبال کہتے ہیں: ؎

ہر لحظہ ہے مؤمن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
جس سے جگرِ لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان!

کہاں ہیں آج ایسے مسلمان؟ آج تو بڑی بڑی مسندیں ہیں۔ بڑے بڑے سلاسل کے سجادہ نشین ہیں۔ بڑے جُبوں اور قبوں والی شخصیات ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کا تذکرہ اقبال نے اپنی نظم ''امامت'' میں کیا ہے: ؎

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے!

موجودہ حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلام کے نظامِ عدلِ اجتماعی کو سمجھیں اور اس کے غلبے کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ یہ دین بالآخر غالب ہو کر رہے گا' یہ شدنی ہے' کیونکہ اس کی پیشین گوئی اللہ کے رسول ﷺ نے فرمائی ہے۔ بقول اقبال: ؎

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے!

مگر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور اس کے نظامِ عدلِ اجتماعی کا قیام مروّجہ تصوف یا انتخابی جدوجہد کے راستے سے نہیں ہوگا۔ اس کے لیے ہمیں انقلاب کے نبویؐ منہاج (علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام) کو پورے شعور و ادراک کے ساتھ اختیار کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (ختم شد)

## دعائے مغفرت

إنا لله وإنا إليه راجعون

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے رفیق قمر ظہور کی والدہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0335-9720707

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے رفیق محمد مسعود بھٹی کی اہلیہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0323-5064198

☆ تنظیم اسلامی چکوال کے مبتدی رفیق عظیم گل کی ہمشیرہ وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0300-5515834

☆ تنظیم اسلامی چکوال کے مبتدی رفیق میاں آفتاب احمد کے بہنوئی وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-5900509

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا


## ضرورت لائبریرین

قرآن اکیڈمی لائبریری کے لیے کوالیفائڈ لائبریرین کی ضرورت ہے۔ کالج / یونیورسٹی سے ریٹائرڈ شخصیت کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی 36-K ماڈل ٹاؤن، لاہور (3-042-35869501)

# ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا

فریداللہ مروت

## نام ونسب

نام برّہ (جویریہ)، تعلق قبیلہ خزاعہ کے خاندان مصطلق سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے: جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک بن جزیمہ بن سعد بن کعب بن عمرو بن زمعۃ بن خزاعۃ۔ سیدہ جویریہ ؓ کا اصل نام برّہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے بدل کر جویریہ رکھا۔

## سیدہ جویریہ ؓ کے والد

ام المومنین سیدہ جویریہ ؓ کے والد حارث بن ابی ضرار اپنی قوم بنو مصطلق کے سردار تھے۔

## پہلا نکاح

حضرت جویریہ ؓ کا پہلا نکاح اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان (ذی شغر) سے ہوا تھا۔

## غزوہ مریسیع اور نکاح ثانی

حضرت جویریہ ؓ کا باپ حارث اور شوہر مسافع دونوں دشمن اسلام تھے۔ چنانچہ حارث نے قریش کے اشارہ پر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کی۔ حضور ﷺ کو خبر ملی تو تحقیق کے لیے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر خبر کی تصدیق کی۔ آپؐ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا اور 2 شعبان 5ھ کو مسلمانوں کی فوج مدینہ سے روانہ ہوئی۔ اور مدینہ سے 9 منزل دور مریسیع کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ حارث اور اس کی فوج منتشر ہوگئی۔ لیکن مریسیع میں آباد لوگوں نے مقابلہ کیا اور مسلمانوں پر تیر برساتے رہے لیکن مسلمانوں نے شکست دی۔ 11 لوگ مارے گئے اور 600 لوگ گرفتار ہو گئے۔ حضرت جویریہ ؓ کا خاوند بھی مارا گیا۔ اس کے علاوہ غنیمت میں 2 ہزار اونٹ اور 5 ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ تمام اسیران جنگ لونڈی غلام بن کر تقسیم کر دیئے گئے۔ حضرت جویریہ بنت حارث ؓ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ لیکن انہوں نے لونڈی بننا پسند نہ کیا اور ثابتؓ سے مکاتبت کی درخواست کی۔ یعنی مجھ سے رقم لے کر چھوڑ دو۔ حضرت ثابت ؓ نے 9 اوقیہ سونے پر مکاتبت کی۔ حضرت جویریہ ؓ کے پاس نہ سونا تھا نہ روپیہ سوچا کہ لوگوں سے مانگ لوں لیکن دل نے گوارا نہ کیا۔ آپؓ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں اور پیسوں کا مطالبہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم کو اس سے بہتر چیز کی خواہش نہیں؟ انہوں نے کہا وہ کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ "تمہاری طرف سے میں رقم ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ ؓ راضی ہو گئیں۔ آپؐ نے ان کی طرف سے وہ رقم ادا کر دی اور آپؐ سے شادی کر لی۔ نکاح کے وقت سیدہ جویریہ ؓ کی عمر 20 سال تھی۔

## حضرت جویرہ ؓ کا خواب

سیدہ جویرہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد سے تین رات قبل میں نے خواب دیکھا کہ "یثرب کا چاند" مدینہ سے آ رہا ہے اور میری آغوش میں آ کر گرا۔ میں نے اپنا خواب ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا یہاں تک کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور ہم لوگ قید کر لیے گئے تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید بر آئی۔ چنانچہ آپؐ نے مجھے آزاد فرما کر اپنی ازواج مطہرات میں شامل فرمالیا۔

## حضرت جویریہ ؓ اپنی قوم کے لیے باعث برکت

سیدہ جویریہ ؓ کا آپؐ کے ساتھ نکاح کے بعد صحابہ کرامؓ نے تمام اسیران جنگ رہا کر دیئے۔ فوج نے کہا جس خاندان میں رسول اللہ ﷺ نے شادی کر لی وہ غلام نہیں ہوسکتا۔ حضرت عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ میں نے کسی عورت کو جویریہ ؓ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا۔ ان کے سبب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔ (طبقات ابن سعد)

## والد کا مشرف با اسلام ہونا

جب شہنشاہ دو عالم ﷺ نے حضرت جویریہ ؓ کو اپنے حرم میں داخل فرما لیا تو ان کے والد بہت سے اونٹ لے کر مدینہ منورہ پہنچے تا کہ فدیہ دے کر بیٹی کو چھڑا لائیں ان میں سے دو نہایت عمدہ اونٹ عقیق کی گھاٹی میں چھپا دیئے کہ واپسی پر لے لوں گا۔ مدینہ پہنچ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا "اے محمد ﷺ! یہ اونٹ لے لیں اور میری بیٹی کو آزاد کر دیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ اونٹ کہاں ہیں جو تم گھاٹی میں چھپا آئے ہو۔ یہ سن کر حارث نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔" کیونکہ ان اونٹوں کا اللہ کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ اللہ ہی نے آپؐ کو اس سے مطلع کر دیا ہے۔ (الاستیعاب: 299/1)

حضور ﷺ نے جویریہ ؓ کا معاملہ خود جویریہ ؓ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ حارث نے جا کر جویریہ ؓ سے کہا کہ محمد ﷺ نے معاملہ تیری مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ دیکھنا، مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ انہوں نے کہا "میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔"

## اخلاق وعادات

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ "سیدہ جویریہ ؓ خوبصورت موزوں اندام تھیں۔ ان میں حلاوت اور ملاحت دو صفات نمایاں تھیں۔ جو انہیں دیکھ لیتا اپنے دل میں جگہ دینے پر مجبور ہو جاتا۔" (طبقات ابن سعد)

## ذوقِ عبادت

ام المومنین سیدہ جویرہ ؓ کی زندگی نہایت زاہدانہ تھی۔ عبادت و ریاضت میں ہمہ وقت مشغول رہتی تھیں۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ صبح کے وقت ان کے پاس سے گزرے تو آپؓ ذکر و اذکار میں مصروف تھیں۔ آپؐ چاشت کے بعد گھر واپس آئے تو سیدہ جویرہ ؓ کو اسی طرح عبادت میں مشغول دیکھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا: آپؓ ابھی تک تسبیحات میں مصروف ہیں؟ سیدہ نے عرض کیا، جی ہاں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار کلمات تین مرتبہ کہے ہیں اگر ان کا وزن کیا جائے تو تیرے سارے دن کے اذکار سے بھاری ہوں گے۔ وہ چار کلمات یہ ہیں:

((سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَانَفْسِہٖ

وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ ))(رواہ مسلم)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا عبادت گزاری اور ذکرِ الٰہی کی بہت زیادہ لدادہ تھیں۔

**سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا کا بھوک پر صبر**

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن صبروقناعت اور عبادت و ریاضت کی خوگر تھیں۔ سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا: کچھ کھانے کو ہے۔ جواب ملا۔ میری کنیز کو کسی نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لائیے، یہ کنیز کے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے۔ ہمارے لیے اس کا کھانا شرعاً حلال ہے۔(رواہ مسلم)

یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کئی کئی دن چولہا نہیں جلتا تھا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کھجور اور پنیر پر گزارہ کرتی تھیں۔

**مرویات حدیث**

ام المؤمنین سیدہ جویرہ رضی اللہ عنہا بڑی عالمہ، فاضلہ وفصیحہ، بلیغہ خاتون تھیں۔ علم وادب میں ان کا بڑا اعلیٰ مقام تھا۔

ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سات احادیث روایت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ان میں سے ایک بخاری اور ایک مسلم میں مذکور ہے۔

**اولاد**

ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی نہ پہلے خاوند سے کوئی اولاد تھی اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے بعد کوئی اولاد ہوئی۔

**وفات اور نماز جنازہ**

ام المؤمنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا معاویہ بن ابی سفیان کے دورِ حکومت میں 50ھ میں 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ کے گورنر مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ تمام امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

❀❀❀

---


## رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

’’قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی‘‘ میں

05 تا 11 دسمبر 2020ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعہ قبل از نماز جمعہ)

### مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

**نوٹ:** ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔
رفقاء ان موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

**اور**

11 تا 13 دسمبر 2020ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار نماز ظہر)

### امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء ونقباء ومعاونین متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 021-34816580-1 / 0333-1241090

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)


---

**موت العَالِم موت العَالَم**

## تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم وفات پا گئے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

تحریک لبیک کے سربراہ علامہ خادم حسین رضوی وفات پا گئے۔ وہ 22 جون 1966ء کو صوبہ پنجاب کے ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ اور 19 نومبر 2020ء کو لاہور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ وہ حافظ قرآن اور شیخ الحدیث تھے۔

مرحوم صحیح معنوں میں عاشق رسول تھے۔ وہ مجاہد اسلام اور دبنگ انسان تھے۔ نہ خوفزدہ ہوتے تھے نہ مرعوب۔

اللہ ان کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

# دوقومی نظریہ، تحریک پاکستان اور چودھری رحمت علیؒ

(16 نومبر: چودھری رحمت علیؒ کے یوم پیدائش پر خصوصی تحریر)

رفیق چودھری

یہ 1947ء کے اوائل کے دن تھے۔ تقسیم ہند کا مسودہ تیار ہو چکا تھا اور دنیا کے نقشے پر پاکستان اور بھارت کے خدوخال دو الگ الگ مملکتوں کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آ چکے تھے، صرف اعلان باقی تھا۔ گاندھی، نہرو، مولانا آزاد اور دوسرے کانگریسی لیڈرز بھارت کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور سیکولر سٹیٹ باور کرانے کے لیے زمین وآسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ جبکہ پس دیوار بھارت کو ایک کٹر ہندو سٹیٹ بنانے کی تیاریاں کس طرح ہو رہی تھیں اس کا اندازہ Hindustan on the Cross Roads کے نام سے شائع ہونے والی کتاب سے بخوبی لگایا جا سکتا تھا جو انہی دنوں انتہا پسند ہندو طبقے میں تیزی سے مقبول ہو رہی تھی۔ کتاب کے مصنف تھے پروفیسر بلراج مدھوک اور بیانیہ کتاب کے ان الفاظ سے خوب واضح تھا:

''ہندو مسلم مسئلے کا حل فقط یہ ہے کہ یہاں کی ساری آبادی کو ''ہندوایا'' جائے۔ مراد یہ ہے کہ یہاں کے سارے باشندے اس طرح ہندوستانی بنیں کہ نام بھی غیر ہندوستانی نہ رکھیں، لباس بھی غیر ہندوستانی نہ اختیار کریں۔ انہیں چاہیے کہ اپنے ہیرو بھی ہندوستانی بہادروں کو مانیں۔ اگر ایسا ہو تو ہندو مسلم مسئلہ ختم ہو جاتا ہے۔ پھر مسلمان یہاں امن اور چین سے رہ سکتے ہیں''۔

پروفیسر بلراج مدھوک کا شمار آر ایس ایس کے سرگرم لوگوں میں ہوتا تھا۔ وہ بعد میں بھارتیہ جن سنگھ پارٹی کے صدر بھی رہے اور اسی پارٹی سے بعد میں بی جے پی نے جنم لیا۔ اسی پروفیسر بلراج مدھوک کا بعد میں (1990ء یا 1991ء) میں ہندوستان سے ایک مضمون شائع ہوا جسے ''نوائے وقت'' نے بھی شائع کیا۔ لکھا: ''حال یہ ہے کہ نہ یونانی رہے، نہ ہن رہے، نہ بدھ رہے اور نہ مسلمانوں کو مسلمانوں کی طرح رہنے کا حق دیا جا رہا تھا۔ ان سے تو صرف یہ کہا جا رہا تھا کہ کہلائیں فقط ہندو، نام بھی عربی نہ رکھیں یعنی محمد، احمد، حسین، علی، خالد، طارق، محمود، عالمگیر، بشیر، نذیر وغیرہ۔ اور (اس کی بجائے) دیال، آنند، کنھیا، رام، کرشن، ارجن جیسے نام رکھیں اور اپنے ہیرو ارجن، بھیم، بکرماجیت اور شیواجی کو تسلیم کریں، پھر کوئی غم نہیں، مسلمان امن سے رہ سکتے ہیں۔''

پروفیسر بلراج مدھوک کی تصنیف کا ہندوتوا کے نظریے پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے ایک ایسے وقت میں سامنے آنا جب برصغیر کی تمام اقوام کی قسمت کا فیصلہ ہونے جا رہا تھا' ان اقوام کے لیے اس غور و فکر کی کھلی دعوت تھی کہ وہ ہندوستان کی تاریخ میں گریگو سیرین، گریگو بیکٹرین، پارتھین، ہن، بدھ اقوام کے انجام سے عبرت حاصل کرتے ہوئے بحیثیت قوم اپنی بقاء کا جائزہ لیں۔ لیکن اس کے بالکل برعکس مولانا آزاد جیسے اعلیٰ پائے کے کئی مسلمان، سکھ اور دیگر اقلیتی راہنماؤں نے انڈین ازم متھ کے نئے جھانسوں (وحدت، متحدہ قومیت، سیکولرازم وغیرہ) میں آ کر اس متھ کا آسان شکار بننا قبول کر لیا۔ جبکہ اسی دھرتی پر ایک دور اندیش، صاحب عزم و تدبیر، مستقبل شناس مرد حق ایسا بھی تھا جو سیکولر ازم کے لبادے میں پروان چڑھتی ہوئی ''ہندوتوا سٹیٹ'' کے خطرے سے بہت پہلے سے اقوام برصغیر کو آگاہ کر رہا تھا۔ 1947ء کے اوائل میں جب پروفیسر مدھوک کی کتاب ''سیکولر بھارت'' کی قلعی کھول رہی تھی اس سے کم و بیش دو سال قبل ہی بانی تحریک پاکستان چودھری رحمت علیؒ نے ہندوتوا کا نظریہ اقوام برصغیر کے سامنے اپنے ان تاریخی الفاظ سے بے نقاب کر دیا تھا:

''اے اقوامِ برصغیر! اس بات پر غور کرنے کا وقت آ پہنچا ہے کہ ہم جو غیر ہندو اقوام ہیں، یعنی جو مسلمان، عیسائی، سکھ، بدھ، پارسی یا دلت ہیں، ہمیشہ کی طرح اب بھی ''متھ آف انڈین ازم'' کا آسان شکار ہیں۔ یعنی وہ متھ جو یہ سکھاتی ہے کہ ''انڈیا صرف ہندو جاتی کا علاقہ ہے اور یہاں صرف ہندو جاتی کا نظریہ (ہندوازم) ہی پنپ سکتا ہے اور یہ کہ اس نظریہ کو ہندو جاتی نے پروان چڑھایا، برطانیہ نے اس کی پشتہ بندی کی اور ہماری اپنی غلطیوں کی بناء پر دنیا نے بھی اس پر یقین کر لیا۔ یہ نہایت ہی بھونڈا کردار ہے جو یہ (متھ) اس وقت سب سے اوّل اپنے ماننے والے ہندو جاتی کے افراد اور پھر سب سے آخر میں فائدہ اٹھانے والے، یعنی برٹش امپیریالسٹ کے لیے ادا کر رہی ہے، جو اپنے دوسرے اختلافات کے باوجود، اسے دوبارہ مقدس بنانے اور اس کے مہلک عقیدے کی تبلیغ کے لیے ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں، تاکہ برصغیر کے اندر ہم سب کے گلے میں جو اس نے پنجے گاڑ رکھے ہیں، انہیں قائم رکھے۔ (چودھری رحمت علی۔ 15 مئی 1945ء)

بانی تحریک پاکستان کے ان الفاظ پر بار بار غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا آج آپ کا ایک ایک لفظ حرف بہ حرف سچ ثابت نہیں ہو رہا ہے؟ کیا آج بھارت پر مسلط ہندوتوا کا ناسور سرعام یہ دعویٰ نہیں کر رہا ہے کہ: ''انڈیا صرف ہندو جاتی کا علاقہ ہے اور یہاں صرف ہندو جاتی کا نظریہ ہی پنپ سکتا ہے؟'' کیا آج انتہا پسند ہندوتوا کے خونی پنجے بھارت کی اقلیتوں کے گلے میں نہیں گڑھ چکے؟ اور کیا اسی ہندوتوا کی انتہا پسند حکومت کو ذریعہ بنا کر مغربی قوتیں (جو برٹش امپیریلسٹ کی جدید شکل ہیں) اس پورے خطے کے امن کو یرغمال نہیں بنا چکیں؟

حقیقت میں لیڈر وہی ہوتا ہے جو کم از کم سو سال آگے دیکھ سکتا ہے اور آئندہ صدیوں میں آنے والے خطرات سے اپنی ملت اور اپنی قوم کو پہلے ہی آگاہ کر دیتا ہے۔ ہندوتوا کے جس غاصب نظریے کو ہندو انتہا پسند طبقہ اور برطانوی سامراج مل کر 1857ء کے بعد سے پروان چڑھا رہے تھے اس کا لازمی نتیجہ اور ہدف بالآخر ایک ایسا ہندوستان تھا جس میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے لیے کوئی جگہ نہ تھی اور نہ ہندوتوا کے نظریے کے علاوہ کسی دوسرے نظریے کو پنپنے کی اجازت تھی۔ اسی خطرے کا ادراک تھا جس نے تحریک پاکستان اور دوقومی نظریہ کے بانی قائد ملت چودھری رحمت علیؒ کو 1915ء میں ہی بزم شبلی میں مسلمانان برصغیر کے لیے الگ وطن کا نظریہ پیش کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جبکہ اس وقت تک برصغیر کے بڑے بڑے لیڈرز متحدہ ہندوستان کی ہی بات کرتے تھے۔ یہاں تک کہ 1930ء سے 1933ء کی گول میز کانفرنسز میں بھی قائداعظم، علامہ اقبال سمیت برصغیر کے تمام بڑے لیڈرز متحدہ ہندوستان کے لیے ہی بحث کر رہے تھے۔ جبکہ ہندوتوا کی نظر بھی ایک ایسے ہی ''اکھنڈ بھارت'' پر تھی جس

میں باقی تمام اقوام اور نظریات کی بقاء ہندوتوا کے رحم وکرم پر ہوتی۔ اس لیے واضح طور پر یہی وہ وقت تھا جب اقوام برصغیر کے سامنے صرف دو راستے تھے کہ یا تو وہ اس متھ کا مقابلہ کر کے اپنی تاریخ، تہذیب اور شناخت کے ساتھ زندہ رہ لیں یا پھر سب کچھ اس متھ کی بھینٹ چڑھا کر اکھنڈ بھارت کی بنیادوں میں دفن ہو جائیں کہ جس طرح ان سے پہلی قوموں نے اپنا نشان کھو دیا۔ چنانچہ تاریخ کی یہی وہ اہم ترین پکار تھی جس پر لبیک کہتے ہوئے چودھری رحمت علیؒ نے گول میز کانفرنس کے دوران ہی Now or Never کی صدائے حق بلند کی:

"At this solemn hour in the history of India, when British and Indian delegates are laying the foundations of a Federal Constitution for that Sub-continent, we address this appeal to you, in the name of our common heritage, and on behalf of our thirty million Muslim brethren who live in Pakistan."

اور انڈین فیڈریشن کو تسلیم کرنے کے حوالے سے تاریخ کی یہ وارننگ ببانگ دہل سنائی:

This acceptance amounts to nothing less then signing the death-warrant of Islam and of Muslims in India."

آج جب ہندوتوا کا 'ناسور' بھارت اور جموں وکشمیر کے تمام مسلمانوں کی نسل کشی پر اُتر آیا ہے تو ہمیں بانی تحریک پاکستان کے درجہ بالا الفاظ واضح طور پر سمجھ میں آ رہے ہیں کہ متحدہ ہندوستان کے نظریے کو قبول کرنا اسلام اور مسلمانوں کے ''ڈیتھ وارنٹ'' کے مترادف کس طرح تھا لیکن بدقسمتی سے اس وقت چودھری رحمت علیؒ کے پیش کردہ اس دوقومی نظریہ اور پاکستان نیشنل موومنٹ کے نام سے شروع کی گئی تحریک پاکستان کو برصغیر کے بڑوں نے ''بچوں کی باتیں'' قرار دیا۔ لیکن بالآخر 1937ء کے انتخابات تک مسلم لیگ کو بھی اس بات کا اندازہ بخوبی ہو گیا تھا کہ ہمارا مقابلہ ہندوستان میں ایک ایسی قوت کے ساتھ ہے جو کسی دوسری قوت کو برداشت کا کرنے کا ارادہ ہی نہیں رکھتی۔ جو کم ظرف اور تنگ نظر بھی ہے جبکہ مولانا آزاد سمیت اکثر اقلیتی راہنما ایسے بھی تھے جو ابھی تک ''انڈین ازم'' کے سیکولر لبادے میں چھپے اصل بھارت کو پہچان نہیں پائے تھے۔ بے خبری اور غفلت کبھی بھی اچھا انجام نہیں لاتی۔ سیکولرازم کا بھرم رکھنے کے لیے مولانا آزاد سمیت بعض اقلیتی راہنماؤں کو بھارت میں اگرچہ کچھ بڑے عہدے دے دیے گئے لیکن پس دیوار ''ہندوتوا'' کے نظریے نے خاص طور پر مسلم اقلیتی علاقوں میں قتل و غارت گری، لوٹ مار، عصمت دری، جلاؤ گھیراؤ، خون ریزی اور انسانیت سوز مظالم کی وہ داستانیں رقم کیں کہ برہمن سامراج کی سابقہ پوری تاریخ شرمندہ ہو کر رہ گئی۔ جبکہ ان حالات میں اقلیتی اعلیٰ عہدیداروں کی حیثیت محض ایک دکھاوا یا ڈھونگ سے زیادہ ثابت نہ ہوئی۔ حتیٰ کہ بقول پروفیسر ہیری اینڈرسن' مولانا ابوالکلام آزاد (جو اس وقت نہرو کابینہ میں وزیر تعلیم کے عہدے پر فائز تھے) نے نہرو سے حیدر آباد میں 40 ہزار مسلمانوں کے قتل عام کی تحقیقات کی سفارش کی لیکن اس کے باوجود تحقیقاتی رپورٹ کبھی سامنے نہ آ سکی۔ اسی طرح سکھوں، عیسائیوں، بدھ، پارسی اور دیگر اقلیتوں کے ساتھ بھی جو کچھ ہوا وہ بھی دنیا نے دیکھا۔ 1948ء میں چودھری رحمت علیؒ نے UNO کے سیکرٹری جنرل کو ایک خط میں ہندوستان میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم سے آگاہ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ آج یہ ظلم مسلمانوں پر ہو رہا ہے لیکن کل کو اسی طرح سکھوں کو ختم کیا جائے گا۔ پھر دنیا نے سکھوں کا قتل عام بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ان تمام حالات میں سکھوں، مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے اعلیٰ عہدے ان کے کسی کام نہ آ سکے۔ جبکہ دوقومی نظریہ کے بانی نے 1942ء میں ہی برصغیر کی تمام اقلیتوں کو یہ باور کرا دیا تھا کہ:

''اس لیے یہ کمانڈمنٹ (Commandment) کہ 'مائنورٹی ازم' سے بچیے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اپنی اقلیت کو ہندو علاقوں میں نہیں چھوڑنا چاہیے، بے شک برٹش اور ہندو انہیں نام نہاد دستوری تحفظات ہی کیوں نہ دیں۔ کیونکہ کسی قسم کے تحفظات بھی قومیت کا نعم البدل نہیں ہو سکتے جو کہ ان کا پیدائشی حق ہے۔۔۔ اس کا مطلب ان کو پشت در پشت ڈی نیشنلائز کرنے والی ''انڈین ازم'' کی (ہندو) طاقتوں کے دو بدو رکھنا ہے، جس کا مقصد ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ وہ ہم سب کو اپنے اندر جذب کر لے۔۔۔ (اس کا مطلب) اُس سانحہ کے نتائج کو بھلا دینا ہے جس سے ہماری اقلیتوں کو گزرنا پڑا، جنہیں ایسے وقت میں جو ہمارے (مسلمانوں کے) لیے آج سے زیادہ بہتر تھا اور جو گارنٹی اب ممکن ہے اس سے بہتر گارنٹی (بھی)۔۔۔ ہم نے سسلی، اٹلی، فرانس، پرتگال، سپین، آسٹریلیا اور ہنگری میں چھوڑا۔۔۔ وہ (مسلم) اقلیتیں اب کہاں ہیں؟۔۔ اس سوال کے پوچھنے پر جواب نہایت چبھتے ہوئے لہجے میں ہی مل سکتا ہے۔۔۔ ان حالات کی بناء پر ہمیں درج بالا صداقت کا ضرور خیال رکھنا چاہیے اور ''مائنورٹی ازم'' سے بچنا چاہیے۔ چونکہ یہ تاریخ کا افضل ترین سبق ہے اور اس کو بھلا دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس راز کو بھلا دیا ہے جس میں ہماری نجات ہے، ہمارا ڈیفنس ہے اور ملت کی حیثیت میں ہماری تقدیر پوشیدہ ہے''۔ (The Millat of Islam and the Menance of Indianism, 1942)

آج ہم چودھری رحمت علیؒ کا یوم پیدائش ان حالات میں منا رہے ہیں کہ ایک طرف بھارت قانون شہریت میں ترمیم کر کے اور جموں وکشمیر کی خصوصی آئینی حیثیت ختم کر کے پورے بھارت اور جموں وکشمیر کے مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تلا بیٹھا ہے اور دوسری طرف اسی ہندوتوا کے منہ زور گھوڑے پر سوار ہو کر عالمی قوتیں اس پورے خطے کے امن وسکون کو یرغمال بنانا چاہتی ہیں۔ تو یاد کیجیے چودھری رحمت علیؒ کے وہ الفاظ جو انہوں نے 1945ء میں اپنی ایک اشاعت میں کہے تھے اور جن کا مفہوم اس کے سوا کیا تھا کہ ہندوتوا کے جس نظریے کو برہمن اور برطانوی سامراج مل کر پروان چڑھا رہے ہیں اس کا فائدہ اٹھانے والی آخر میں وہ عالمی قوتیں ہوں گی جو اس پورے خطے کی غیر ہندو اقوام کے گلے میں اپنے پنجے گاڑے رکھنا چاہتی ہیں۔ آج صورتحال واضح ہے۔ اس قدر دوراندیشی اور اس قدر ادراک اللہ کے خالص اور مخلص بندوں کو ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس! ملت کے اس عظیم محسن کو انگریز کی وفادار اشرافیہ نے اپنے ہی ملک میں برداشت نہ کیا۔ یہاں تک کہ ان کے جسد خاکی کی واپسی کے راستے میں بھی وہی اشرافیہ رکاوٹ ہے۔ شاید ان کا جرم دوقومی نظریہ کا بانی ہونا ہے اور بانی تحریک پاکستان ہونا ہے جس کی وجہ سے آج آزاد مملکت کے حامل 22 کروڑ مسلمان ہندوتوا اور اس کے پشتی بانوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں جبکہ عالمی غاصب اور متعصب قوتیں اپنے مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے ان سب کے گلے میں اپنے پنجے ہندوتوا کے ذریعے گاڑھے رکھنا چاہتی تھیں جس طرح وہ بھارتی اقلیتوں کے گلے میں گاڑھ چکی ہیں۔

# TANZEEM-E-ISLAMI

**PRESS RELEASE: 11 November 2020**

## "The promulgation and implementation of anti-Shariah laws in UAE is a brazen rebellion against Islam."

**(Shujauddin Shaikh)**

**Lahore (PR): "The promulgation and implementation of anti-Shariah laws in UAE is a brazen rebellion against Islam."**

This was said by the Ameer of Tanzeem-e-Islami, **Shujauddin Shaikh**, in a statement. He lamented that rulers of certain Arab states are espousing an attitude that is blatantly rebellious to the Deen of Islam, by pursuing Western and anti-Islamic values, in order to preserve and endure their reign. He added that permitting the public consumption of the mother of all evils, i.e., alcohol and authorizing unmarried couples to 'live together' is tantamount to inviting the severe wrath of Allah *(SWT)*. He emphasized that it is imperative for Muslims to comprehend that Allah *(SWT)* exalts whom He *(SWT)* Wills, and abases whom He *(SWT)* Wills, therefore instead of promoting the abandonment of religious uprightness and sponsoring such deeds that gratify Satan, because of fondness and proclivity for the promiscuous modern Western civilization, they ought to hold firmly to the Rope of Allah *(SWT)*. The Ameer remarked that certain elements in Pakistan, too, want to institute secularism so that acts which are repugnant to the Islamic Shariah could be allowed to be practiced candidly in our country also. The nefarious designs of these elements cannot be stopped by mere lip service, he added. He remarked that it is crucial to make serious and sincere efforts at the collective level to mould Pakistan into a genuine Islamic Welfare State, because Islam is the raison d'être for the creation and existence of Pakistan. He beseeched the Deeni (religious) organizations to quit traditional power politics and unify in order to initiate an organized mass movement to establish the Islamic System of Collective Justice in Pakistan. The Ameer concluded by asserting that the only way to counter the prevalent anti-Islam, licentious and economically-oppressive system of the modern West is for Muslim states to establish the Islamic Shariah without any excuses and reservations, otherwise that heretical system would sweep everything and the Muslims would not be able to escape the severe wrath of Allah *(SWT)*.

**Issued by**
**Ayub Baig Mirza**
**Markazi Nazim of Press and Publications Section**
**Tanzeem-e-Islami, Pakistan**

**Editor's Note**: ***The English translation of the Press Release issued by Tanzeem-e-Islami on Wednesday 11 November 2020.***

Vol. 29 Regd. C.P.L NO. 114 No.40